بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ انوار مدینہ

جلد : ۲۲	رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ / جولائی ۲۰۱۴ء	شمارہ : ۷

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۲۳
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۲۹
تعلیم النساء	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۳۵
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۳۸
فرقہ وَاریت کیا ہے، کیوں ہے اور سدِّ باب کیا ہے	حضرت مولانا منیر اَحمد صاحب	۴۵
اِسلامی معاشرت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۴۷
فضائلِ سورۂ اِخلاص	الشیخ محمد یوسف بن عبداللہ الارمیونیؒ	۴۹
رمضان المبارک کے عشرۂ اَخیرہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد عاشق اِلٰہی صاحب بلند شہریؒ	۵۲
حاصلِ مطالعہ	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۶۰
جامعہ مدنیہ جدید میں منعقدہ بیس روزہ کمپیوٹر کورس	مولانا محمد فہیم صاحب	۶۲
اَخبار الجامعہ	مولانا اِنعام اللہ صاحب	۶۴

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

جنوبی وزیرستان کی مہم جوئی کے بعد شمالی وزیرستان پر فوجی مہم جوئی کی منصوبہ سازی کی خبریں وقتاً فوقتاً آتی رہیں اور ہر بار اُن کی اِس اَنداز کی تردید بھی ہوتی رہی کہ جن میں بجائے خود ایک قسم کا تردّد ہوتا، اِس صورتِ حال سے سنجیدہ طبقہ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ منصوبہ ساز بودے پن کا شکار ہیں اور جب منصوبہ سازوں کے اُوپر بھی منصوبہ ساز ہوں تو کون نہیں جانتا کہ آخری فیصلہ اُن ہی کا چلتا ہے۔

ہمارے ملک کے مقتدر اِداروں میں قادیانی اور آغا خانی مسلمانوں کے رُوپ میں چھپے بیٹھے ہیں۔ ہندوستان ، اِسرائیل اور مغربی قوتیں اِن کی پشت پناہ ہیں اور یہ اُن کے سستے ترین اور وفادار جاسوس ہیں اِن کا کام ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو آپس کے اِختلافات اور لڑائیوں میں اُلجھائے رکھیں تاکہ یہ مذہبی، سیاسی ، عسکری اور معاشی طور کبھی مستحکم نہ ہوسکیں ،شمالی وزیرستان کی صورتِ حال بھی اِسی ایجنڈے کا حصہ ہے۔

راقم الحروف اِس پر مزید بھی لکھنا چاہتا تھا کہ جامعہ کے مدرس اور میڈیا سیل کے نگران مولانا اِسحاق صاحب نے اوریا مقبول جان صاحب کی تحریر کا تراشہ مجھ کو بھجوایا جو روزنامہ ایکسپریس میں

مؤرخہ ۲۳ رجون کو شائع ہوا اُس کو پڑھ کر ایسا لگا کہ جیسے اپنے ہی مافی الضمیر کا عام فہم اَنداز میں اِظہار ہو رہا ہو، اِس لیے دل میں یہ بات آئی کہ ایک کہنہ مشق صحافی کی جچی تلی اور زمینی حقائق پر مشتمل مدلل تحریر کو نظرِ قارئین کر دیا جائے کیونکہ جہاں یہ تحریر قارئین کے لیے چشم کشا ہے وہیں یہ منصوبہ سازوں کے لیے نوشتۂ دیوار بھی ہے۔

پارلیمنٹ اور میڈیا کی ویڈیو گیمز

''موجودہ جمہوری ریاستی نظام کا کمال یہ ہے کہ سب یہ تصور کیے بیٹھے ہیں کہ قومی اِتفاقِ رائے کا اِظہار دو طریقوں سے ہوتا ہے :

ایک یہ کہ پارلیمنٹ کے منتخب اَرکان اگر متفقہ طور پر ایک فیصلہ کر لیں تو اُسے عوام کی اُمنگوں کا ترجمان سمجھا جاتا ہے۔

اور دُوسرا یہ کہ اَگر میڈیا اپنے چند تجزیہ نگاروں کی گفتگو، یک طرفہ رپورٹوں اور مخصوص ایجنڈے کے تحت کسی کو مجرم، دہشت گرد اور اَمن کے لیے خطرہ قرار دے کر اُس کے خلاف اِس بات کا بار بار اعلان کرے کہ پوری دُنیا اِس بات پر متفق ہے کہ اِن کے وجود سے دُنیا کو پاک کیا جائے تو اِسے عالمی یا قومی اِتفاقِ رائے سمجھ لیا جاتا ہے۔

اَلیکٹرانک میڈیا کے آنے کے بعد اِس سارے کھیل میں ایک اور غیر اِنسانی عنصر شامل ہو چکا ہے جس نے میڈیا دیکھنے والوں کو بے حس اور اِنسانی ہمدردی کے جذبات سے عاری بنا دیا ہے۔

اِس کا پہلا اِظہار عراق کی پہلی جنگ تھی جسے دُنیا بھر میں ڈش اَینٹینا کے ذریعے دِکھایا گیا تھا، یہ جنگ نہیں بلکہ دیکھنے والوں کے لیے ایک ویڈیو گیم نظر آتی تھی، ایک ایسی ویڈیو گیم جس میں ایک ہنستے بستے شہر پر فضاؤں میں لہراتے، بل کھاتے اور

تیز رفتاریاں دِکھاتے جہاز آگ کے گولے برساتے تھے اور کئی منزلہ عمارتیں شعلوں کی لپیٹ میں آجاتی تھیں، دیکھنے والوں کی ساری توجہ اُن جہازوں کے ٹھیک ٹھیک نشانوں پر ہوتی ہے اور اُن کو اَندازہ تک نہیں ہوتا کہ اِن عمارتوں میں سانس لیتے، جیتے جاگتے، سہمے ہوئے اِنسان بھی ہوں گے، خوف سے اپنے والدین کی گود میں سمٹے ہوئے بچے اور موت کو اپنی جانب بڑھتے مرد اور عورتیں بھی۔ جنگ کی اِس ویڈیو گیم کا کمال یہ ہوتا ہے کہ اُس میں جہازوں کی گڑگڑاہٹ، بموں کا شور اور میزائلوں کی سنسناہٹ اِس قدر ہوتی ہے کہ نہ زخمی ہونے والوں کی چیخیں سنائی دیتی ہیں اور نہ ہی موت کی آغوش میں جانے والے لوگ۔

دُنیا بھر کے میڈیا کی کیا عجیب اَخلاقیات ہے کہ وہ حملہ آوروں کو دِکھاتا ہے، جہاز، ٹینک، توپیں اور بندوقیں تو آگ برساتی دِکھائی جاتی ہیں لیکن اِن کے نتیجے میں مرنے والوں کی لاشیں نہیں دِکھائی جاتی، ایسا کرنے کو میڈیا کی اَخلاقیات کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے یہ MORBID یعنی دل دہلا دینے والے اور لوگوں کا سکون برباد کرنے والے مناظر ہیں، اِن کا دِکھایا جانا میڈیا کے اَخلاقیات کے منافی ہے۔

اِس کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اِس ساری کارروائی کو ایک شاندار ہالی وڈ فلم کی طرح دیکھیں اور پھر مزے کی نیند سو جائیں۔ عراق کی اِس پہلی جنگ کے بعد جہاں کہیں بھی ایسی کارروائی کی گئی، اُسے اِسی طرح ویڈیو گیم کی طرح دِکھایا گیا اور دُنیا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ چند طاقتور ریاستیں چھوٹی ریاستوں کو کیسے تہہ و بالا کرتی ہیں اور چھوٹی ریاستیں کیسے عوام کے گھر، بستیاں اور شہر کھنڈر بنا دیتی ہیں۔

لیکن اِس سارے کھیل میں سب سے مضحکہ خیز لفظ ''عالمی'' یا ''قومی اِتفاقِ رائے'' ہے

عالمی اِتفاقِ رائے یہ ہے کہ اَقوامِ متحدہ، یورپی یونین، نیٹو یا چند اور ممالک مل کر کسی ایک ملک کو اَمن کے لیے خطرہ قرار دیں، اُسے دہشت گرد کہیں اور پھر یہ کہہ کر اُس پر چڑھ دوڑیں کہ اِس دُنیا میں بسنے والے سات اَرب عوام کا عالمی ضمیر اِس کی حمایت میں متفق ہے اور یہ عالمی برادری کا فیصلہ ہے، یہ ایسی بربریت تھی کہ جس پر اِن ظالم اَقوام کے اپنے لوگ بھی متفق نہیں تھے، جب برطانیہ چرچل کے زمانے میں جرمنی سے جنگ کر رہا تھا تو پورے ملک میں شاید ہی کوئی شہری ہو جو اِس جنگ کے خلاف ہو لیکن عراق پر حملے کے خلاف تو صرف برطانیہ نہیں بلکہ پورا یورپ سڑکوں پر نکل آیا تھا لیکن پھر بھی عالمی رائے عامہ، عالمی ضمیر اور عالمی برادری نے کہا کہ یہ پوری دُنیا کا متفقہ فیصلہ ہے کہ دُنیا کو دہشت گردوں اور اَمن کے دُشمنوں سے پاک کیا جائے، یہ سب کے سب دُنیا کو دہشت گردوں سے پاک کرنے چلے تھے اور آج پوری دُنیا کی جو حالت ہے، اُس نے خوف کے سائے اور لمبے کر دیے ہیں۔

عالمی برادری کے اِتفاقِ رائے اور میڈیا کے بھروسے پر جنم لینے والے اِس تصور کا یہ طریقہ اُن تمام ریاستوں نے بھی آزمایا جو اِس عالمی غنڈہ گردی کا شکار ہوئیں، اِن عالمی غنڈوں نے سرحدوں کو پامال کرتے ہوئے ظلم و بربریت سے ایک طرف تو اپنے خلاف جدوجہد کرنے والے اور لڑنے والے پیدا کیے جنہوں نے اِسی طرح سرحدوں کو روند ڈالا جیسے اُن عالمی غنڈوں نے کیا تھا لیکن دُوسری جانب اُنہوں نے ریاستوں کو یہ حکم صادر کیا کہ تم اِن لوگوں کا اُسی طرح قلع قمع کرو جیسے ہم نے کیا تھا۔ یہ سب ریاستیں اِس نام نہاد ''عالمی ضمیر'' اور ''عالمی اِتفاقِ رائے'' کا حصہ بن گئیں۔ اُنہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی نہ سوچا کہ یہ خونی پودا تو اُسی بیج سے تناور درخت بنا ہے۔ وہ جنگ جسے اِن طاقتوں نے ایک عالمی جنگ کہا تھا اِن ریاستوں نے کس قدر خوشی سے اِسے اپنے گلے کا ہار بنا لیا۔ اِس کو اُسی طرح

''عوامی اِتفاقِ رائے'' اور میڈیا کے زور پر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ یہ آگ اَب ہماری ہے اور ہم نے ہی اِس سے کھیلنا ہے، یہ ہماری ریاست میں لگی ہوئی آگ ہے اور اِسے بجھانا ہے لیکن اُن کو اَندازہ تک نہ تھا کہ ریاست کی سرحدیں تو کب کی پامال ہو چکیں، دُوسری جانب لڑنے والے بھی جانتے تھے کہ یہ جنگ کس کی ہے ! اور اِن تمام ملکوں اور ریاستوں کا آپس میں کیا گٹھ جوڑ ہے !! تمام تکنیکی مدد، سیٹلائٹ کی سہولت، اسلحے کی ترسیل، جنگ لڑنے والوں کی تربیت، یہاں تک کہ ماہرین تک کی موجودگی کسی کی آنکھ سے چھپی ہوئی نہ تھی۔ یہ سب لوگ عراق، اَفغانستان، یمن، مصر، شام، پاکستان اور دیگر ملکوں کے خیر خواہ نہ تھے یہ تو اِس جنگ میں اپنے اَہداف لے کر آئے تھے۔ اُنہوں نے گزشتہ تیس سال چیچنیا، اُزبکستان، تاجکستان، فلسطین، بوسنیا، یمن، صومالیہ، اَفغانستان اور عراق جیسے ممالک میں خون کی ہولی کھیلی تھی۔ یہ سب ایک بات پر متفق تھے کہ دُنیا میں جہاں کہیں کوئی ایسا مسلمان نظر آئے جو اُن کے ''لائف سٹائل'' اور اُن کی بنائی ہوئی دُنیا کے اصولوں سے متفق نہ ہو اُسے بدنام بھی کرنا ہے اور پھر بدنام کرنے کے بعد نیست و نابود بھی کرنا ہے۔ جب یہ سب ریاستیں اسلحہ، تکنیکی و مالی مدد اور تربیت کے حوالے سے متفق ہو گئیں تو اِن کے مقابل لڑنے والوں کا متفق ہونا بھی لازم تھا، اُن کے لیے جہاں میدانِ جنگ میسر آیا وہ لڑنے لگے۔ اُزبکستان والے پاکستان اور پاکستان والے عراق، اَفغانستان والے یمن اور یمن والے شام، لیکن اِن ریاستوں نے جب علیحدہ علیحدہ اپنے ملکوں میں جنگ کا اعلان کیا تو طریقہ کار وہی اَپنایا کہ تمام سیاسی لیڈر شپ متفق ہے اِس لیے قومی اِتفاقِ رائے پیدا ہو گیا ہے، اَب ہم نے اِس جنگ میں کودنا ہے۔ عراق، اَفغانستان، شام اور پاکستان سب جگہ یہی تو پیمانہ تھا۔

اِس کے بعد میڈیا کی ویڈیو گیمز شروع ہوئیں، آپ کسی بھی ملک کے ٹی وی چینل اُٹھا کر دیکھ لیں آپ کو سنسناتے ہوئے جہاز، گولے برساتے ٹینک اور عمارتوں پر گرتے ہوئے ٹینک نظر آئیں گے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ ریاست کی طاقت کس طرح دُشمنوں کو ملیا میٹ کر سکتی ہے لیکن اِس کے نتیجے میں مرنے والے کسی شخص کی لاش دِکھانا میڈیا کے نزدیک جرم ہے کہ یہ ایک Morbid Image ہے۔ کس قدر خوش فہم ہیں یہ سب لوگ کہ ایک عالمی سطح کی چھیڑی گئی جنگ کو ریاستوں کے باہمی اِتحاد سے ختم کر سکتے ہیں، ایسی جنگیں پچاس لوگوں کو قتل کرتی ہیں لیکن پچاس لاکھ لوگوں کو دَر بدر، یہ دَر بدر لوگ اپنے اَندر ایک کہانی لیے پھرتے ہیں اور اُس کہانی سے پچاس لوگ اور مرنے کو تیار ہوتے ہیں۔

چرچل جب دُوسری جنگ عظیم لڑ رہا تھا تو برطانیہ کے چائے خانوں سے لے کر گھروں کی محفلوں تک ہر کوئی اِسی جنگ کا تذکرہ کرتا تھا اور اِسے جیتنے کی دُعائیں بھی، لیکن جب ٹونی بلیئر عراق پر حملہ آور تھا تو برطانوی عوام نے اُس کے خلاف ایک مظاہرہ کیا اور پھر جب یہ محسوس کیا کہ اُن کی حکومت اُن کی نہیں مان رہی تو وہ خاموش ہوگئے....... صرف دو جگہ اِس کا تذکرہ ہوتا رہا پارلیمنٹ اور میڈیا۔

پاکستان جب 1965ء میں جنگ لڑ رہا تھا تو اُس کے لیے کسی قومی اِتفاقِ رائے کے لیے پارلیمنٹ کی قرارداد کی یا آل پارٹی کانفرنس کی ضرورت نہ پڑی، گلی محلے میں ہر کوئی یہ کہتا پھرتا تھا کہ ہم حالتِ جنگ میں ہیں، اِس لیے کہ لوگوں کو اِیمان کی حد تک یقین تھا کہ یہ ہماری جنگ ہے۔ آج کراچی سے خیبر تک کیا کسی گلی محلے، چائے خانے یا عام محفل میں دہشت گردی کے خلاف اِس کا تذکرہ ہوتا ہے ؟ نہیں !! سب کسی اور دُھن میں مگن ہیں، سب کو اپنی پڑی ہے لیکن دو جگہ ایسی ہیں جہاں اِسی قومی اِتفاقِ رائے کا چرچا ہے، پارلیمنٹ اور میڈیا کی ویڈیو گیمز۔''

خدا کرے کہ ہمارے مقتدر اِداروں کے منصوبہ ساز اپنے دائیں بائیں چھپے قادیانی اور آغا خانی مشیروں اور سیکرٹریوں کے بظاہر مفید مگر بہ باطن زہریلے مشوروں سے اپنی فکر کو آزاد کر کے اور یا مقبول جان کے '' آئینۂ جہاں نما'' میں اپنے خدو خال دیکھیں تاکہ اُن پر سیاہ وسفید کا فرق خوب واضح ہو جائے۔ اور ہماری یہ بھی دُعا ہے کہ '' ضربِ عضب'' جیسی مہم جوئیوں کا رُخ اپنے ہی مسلمان بھائیوں سے ہٹ کر ہنود و یہود، نصارٰی و مجوس کی طرف ہو جائے تاکہ خود بخود مسلمانوں کے باہمی اِختلافات ختم ہو کر اِتحاد و اِتفاق کا مضبوط قلعہ تعمیر ہو جائے، اللہ تعالیٰ اِسلام اور مسلمانوں کو پھر سے عزت و سرفرازی عطا فرمائے، آمین۔

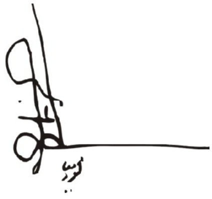

وفیات

۶ /جون ۲۰۱۴ء بروز جمعہ دارُالعلوم دیوبند کے فاضل، جمعیت علمائے ہند کے کارکن، روزنامہ اَلجمعیۃ دہلی کے سابق ایڈیٹر، ماہنامہ بینات کراچی کے اِبتدائی دور کے معاون مدیر، اَدیب اور کہنہ مشق صحافی، حضرت مولانا محمد اَصلح الحسینی رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد کراچی میں اِنتقال فرما گئے۔

۵ /جون کو جامعہ مدنیہ کے فاضل مولانا عبدالستار صاحب کی والدہ صاحبہ لاہور میں وفات پا گئیں۔

۲۰ /جون کو جامعہ جدید کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا خالد محمود صاحب کی خالہ صاحبہ وفات پا گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

مولای صلِّ وسلِّم دائمًا ابدًا درس حدیث علٰی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کی مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حدیث نقل کرنے میں کسی صحابی سے غلط بیانی ثابت نہیں

صحابہ کے ''اَقوال'' بھی ''حدیث'' ہیں۔ '' کفر '' اور '' فعلِ کفر ''میں فرق

کفر کا فتوی لگانے میں بے اِحتیاطی سے کافروں کی تعداد بڑھ جائے گی

بدعتی دُنیا میں ہر جگہ ہوتے ہیں، ناواقف زیادہ ہوں گے تو بدعتی بھی زیادہ ہوں گے

(کیسٹ نمبر 79 سائیڈ A,B 1987 - 11 - 22)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ تین ایسی چیزیں ہیں کہ جو اِیمان کی جڑ ہیں ثَلَاثٌ مِنْ اَصْلِ الْاِیْمَانِ .

ایک یہ کہ اَلْکَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو آدمی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لے اُس سے رُک جاؤ لَا تُکَفِّرْہُ بِذَنْبٍ کسی گناہ کی وجہ سے اُسے کافر نہ کہو وَلَا تُخْرِجْہُ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ[1] کوئی برا کام ہو جائے تو اُس کی وجہ سے اُس کو اِسلام سے خارج نہ کرو، خارج نہ سمجھو۔

یہ تو بالکل ایسے ہو گیا جیسے میں نے عرض کیا تھا پچھلی دفعہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک جماعت پیدا ہوئی فرقہ پیدا ہوا جنہیں حَرُوْرِیْ بھی کہا جاتا ہے اور ''خوارج'' بھی کہا جاتا ہے

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۵۹

اُس فرقے نے یہ عقیدہ بنالیا کہ جو آدمی کبیرہ گناہ کرے وہ اِسلام سے خارج اور کافر ہو گیا دوبارہ مسلمان ہو، لیکن اِس حدیث شریف میں اُن کی تردید ہے صحابہ کرامؓ نے جو سنا وہ بتلایا اور صحابہ کرامؓ نے جو سمجھا جو سنا جو بتلایا اُس پر چلنا یہی اَصل میں ''اہل سنت'' کی علامت ہے۔

خوارج اور معتزلہ بدعت فی العقیدہ میں مبتلا ہوئے :

اگر اُس سے ہٹ کر چلتا ہے کوئی تو وہ پھر اہلِ سنت میں داخل نہیں رہا وہ ''بدعتی'' فرقہ کہلائے گا خوارج کا فرقہ یہ بھی بدعتی اور معتزلہ اِن سے ذرا دُوسرے درجے میں تھے وہ بھی بدعتی تو بدعت ایک تو ہوتی ہے اَعمال میں، ایک ہوتی ہے عقائد میں تو عقائد کی بدعت میں یہ لوگ مبتلا تھے۔

تو جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لے اُس سے رُک جاؤ، کس چیز سے رُک جاؤ ؟ اِس چیز سے رُک جاؤ کہ مثلاً لڑائی ہو رہی ہے اور کوئی آدمی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیتا ہے تو عین لڑائی میں بھی رُک جائیں۔ ایک صحابی کا اِسی طرح کا قصہ ہوا تھا اُنہوں نے مسئلہ پوچھا رسول اللہ ﷺ سے کہ ایک آدمی ہے میدانِ جہاد میں وہ میرے اُوپر حملہ آور ہوتا ہے اِس طرح کہ میرا ہاتھ کاٹ دیتا ہے میں اُس کے پیچھے جاتا ہوں اور بعد میں سمجھتا ہے وہ کہ میں مارا جاؤں گا تو وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیتا ہے تو میں اُسے ماروں یا رُک جاؤں ؟

رسولِ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا کہ نہیں، نہیں مار سکتے اَب، اُنہوں نے عرض کیا کہ وہ تو مُلْتَجِأً یعنی پناہ پکڑنے کے لیے یہ بات کہہ رہا ہے ویسے تو نہیں کہہ رہا سچ مچ تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ چاہے ویسے نہ بھی کہہ رہا ہو جس طرح بھی کہہ رہا ہو رُکنا پڑے گا، اُصول تو کوئی بنایا ہی جاتا ہے اُس اُصول کے تحت ہی چلنا پڑتا ہے تو اِسلام نے یہ اُصول بتایا کہ جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دے پھر اُسے نہ مارو اور اگر پھر بھی تم مارو گے تو پھر تم اُسے کے درجہ میں چلے گئے یعنی جو وہ کافر تھا اُس کے قریب قریب تم بھی چلے گئے اور مسلمان کو کافر سمجھنا یا کافر کہنا یہ غلط ہے، یہ نہیں کیا جا سکتا، تو کسی گناہ کی وجہ سے کافر کہہ دیا جائے یہ نہیں ہوگا۔

صحابہ کی خدا خوفی :

رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کے زمانے میں صحابہ کرامؓ سے گناہ تو ہوئے اُنہوں نے اِستغفار بھی کیا معافی بھی مانگی اللہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ طلب کیا کہ جو حد ہوتی ہے وہ نافذ کی جائے ہمارے اُوپر تاکہ آخرت کے حساب سے ہم بچ جائیں، گناہ اُن سے ہوئے تھے اور اُن پہ کوئی دعویدار بھی نہیں تھا مگر اُن کی طبیعت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنادی تھی کہ اُنہیں چین ہی نہیں آیا حتی کہ اپنے اُوپر حد لگوائی، گواہ بھی کوئی نہیں خود ہی دعوی کر رہے ہیں اور خود ہی حد لگوا رہے ہیں اپنے اُوپر، مرد بھی ہیں ایسے اور عورتیں بھی ہیں ایسی۔ مگر رسالت مآب ﷺ نے اُنہیں کافر تو نہیں کہا، گناہ تو ہوا تھا اُن سے، کبیرہ ہوا تھا کافر تو نہیں فرمایا، چوری کر لی ہاتھ بھی کاٹا گیا کافر نہیں کہا گیا، یہ کہا گیا ہے کہ توبہ کرو کیونکہ بعض دفعہ بلکہ بہت دفعہ ایسے ہوتا ہے کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے جیسے کہ قتل ہے چوری ہے اور اِن میں پکڑا جاتا ہے اور پھر سوچتا ہے کہ اَب چھوٹ کے جاؤں گا تو پھر ڈاکہ ڈالوں گا گویا ابھی اُس نے توبہ نہیں کی تو رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے فرمایا کہ توبہ بھی کرنی چاہیے یعنی آئندہ اِس کام کو نہ کرنے کا اِرادہ اور اِس کام کو جو کیا ہے برا سمجھنا، یہ ضروری ہے، اگر یہ نہیں ہوا اور فقط سزا ہوئی ہے تو پھر یہ ہے کہ آخرت میں تخفیف تو ہوجائے گی کیونکہ تکلیف تو پہنچی، تکلیف تو اُس نے اُٹھائی ہے اور بعض صورتوں میں تو ہمیشہ کے لیے وہ معذور ہوجائے گا، ہاتھ سے معذور ہوگیا چوری کرنے پر۔

سزاؤں میں چھان بین اور اِحتیاط :

اِس میں ایک بات میں یہ ویسے کہنی چاہتا تھا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بس آسان ہے ہاتھ کٹنا، ہاتھ کٹنا بھی آسان نہیں ہے، یہ سمجھتے ہیں کہ اِسلام میں سزائیں بڑی سخت ہیں ٹھیک ہیں بڑی سخت ہیں مگر اُس کے ثبوت بھی کافی سخت ہیں، آسانی سے اُن کا ثبوت بھی نہیں ہوتا اور آسانی سے وہ جاری بھی نہیں کی جاتیں، اُن کے ثبوت کے لیے بھی بڑی شرائط ہیں۔ اور چوری جسے شریعت نے قرار دیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ یہاں سے پڑی ہوئی چیز اُٹھا کے لے جاؤ تو چوری ہوگئی یہ نہیں ہے چوری، چوری کا

مطلب یہ ہے کہ مال ہو محفوظ جگہ ہو وہاں پہنچے ایسا آدمی جس کا کوئی تعلق نہ ہو، کوئی تعلق اُس کا اِس گھر سے نہیں ہے یہاں کا غلام نہیں، خادم نہیں، ملازم نہیں، اگر ملازم ہے اور چیز کھلی پڑی ہے تو کھلی پڑے ہونے میں بھی تخفیف ہوگی اور بہت طرح تخفیف ہے یعنی اِس میں ہاتھ نہیں کٹے گا اور سزائیں (کم درجہ کی) دے دی جائیں گی تعزیری کارروائی کردی جائے گی ہاتھ کٹنا نہیں ہوگا، شریک ہے کاروبار کا وہ چرا لیتا ہے تو اَب بظاہر تو چوری ہے لیکن کاروبار میں شرکت ہے اِس بناء پر ہاتھ نہیں کٹے گا اُس کا۔

تو تقریبًا کوئی پندرہ یا سترہ تو عام کتابوں میں ہیں موجود شکلیں کہ جن میں ہاتھ نہیں کٹتا بلکہ کوئی اور سزا دے دی جائے گی ''تعزیر'' جسے کہتے ہیں یعنی جو مناسب لگے جس سے اُس کو آئندہ جرأت نہ ہو سکے اُس کی حوصلہ شکنی ہو ہمت ٹوٹے اُس کی، یہ ضروری ہے یہ ہو جائے، ہاتھ نہیں کٹے گا۔

......ورنہ ٹنڈوں کی کثرت ہوتی :

اگر ذرا ذرا سی بات پر ہاتھ کٹ جایا کرتے تو پھر تو اِسلام میں سب سے زیادہ ٹنڈے ہوتے اور لوگ کہتے کہ اِسلام جو ہے یہ تو ٹنڈوں کا مذہب ہے لیکن یہ چودہ سو سال گزر گئے یہ تو کسی نے نہیں کہا کہ اِسلام ٹنڈوں کا مذہب ہے، کوئی قصہ پیش آجاتا ہے ایسا اور اُس میں پھنس جاتا ہے وہ آدمی، کوئی صورت نہیں رہتی بچنے کی تو پھر ہاتھ کٹ جاتا ہے لیکن وہ پھر سارے لاہور کے لیے کافی ہے ایک ہی ہاتھ، یہاں چوری پھر نہیں ہوگی۔

اِسلامی سزا اِسلامی طریقہ پر ہوگی، اَنگریز کے طریقہ پر نہیں :

لیکن ہو اِسلام کے طریقے پر یہ نہیں ہے کہ اَلگ لے جاکے اور وہاں جیل میں ہی کاٹ دیا جائے اور پتہ نہ چلے اُس کا، اِس کا کوئی اَثر نہیں ہوگا، سزا جو بھی دی جائے گی اِسلام کی رُو سے وہ اِسلام کے طریقے پر دی جائے گی اور وہ یہ ہے کہ سب دیکھیں اگر سب نہیں دیکھیں گے تو عبرت نہیں ہوگی اور جو سب دیکھ لیتے ہیں پھر جو عبرت ہوتی ہے یا ڈر بیٹھتا ہے تو لوگوں سے کھانا نہیں کھایا جاتا کئی کئی دِن گھروں میں، ایسا برا حال ہوتا ہے، وہ نہیں کرسکتے پھر ہمت ایسی۔ یہ تو میں نے درمیان میں عرض کردیا

چوری کی بات کا، باقی یہ کہ گناہ کا کام ہو جائے ایسا جس پر سزا بھی آئی دُنیا میں وہ بھی کبیرہ اور آخرت کی سزا کی وعید آئی ہے وہ بھی کبیرہ تو اِن کبائر پر کافر کسی کو کہہ دیا جائے یہ نہیں، یہ خوارج کہتے تھے کہ دیکھو اگر کسی آدمی کو یہ پتہ ہو کہ یہاں سانپ ہے اِس سوراخ میں تو کبھی ہاتھ نہیں ڈالے گا اُسے کتنا بھی کہو یا کچھ بھی ضرورت پڑے وہاں ہاتھ نہیں ڈالے گا کیونکہ پتہ ہے اُسے کہ یہاں سانپ ہے۔ اِسی طرح اگر اُس کا اِیمان ہے خدا پر اور دین پر اور آخرت پر تو کبھی گناہ نہیں کرے گا، معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا آخرت پہ اِیمان کم ہوا ہے یا رہا ہی نہیں ہے، وہ تو کہتے ہیں کہ رہا ہی نہیں ہے اِس لیے کہ اُس نے کبیرہ گناہ کیا ہے ایسا گناہ کہ جس کی سزا جہنم ہو جس کی سزا خدا کی یہاں ملے، یہ بس خوارج کی اور معتزلہ کی ایک عقلی دلیل تھی اِس لیے کہتے تھے اِیمان سے خارج ہو گیا لیکن یہ بات تو نہیں ہے، بات تو یہ ہے کہ بہت سے گناہ اِنسان کرتا ہے ایسی مثال سمجھ لیں جیسے کہ خلافِ قانون کارروائیاں بہت آدمی کرتے ہیں دِن رات وہ اِس واسطے کرتے ہیں کہ بچ جائیں گے قانون سے۔ اِسی طرح سے ایک اِیمان والا آدمی بھی گناہ کر سکتا ہے اور بعد میں توبہ غالب آجائے گی اُس پر تو یہ نہیں ہے کہ وہ اِسلام سے خارج ہو گیا بلکہ بہت سے خلافِ قانون کام ایسے ہوتے ہیں کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ راستہ ہے اِس راستہ سے نکل جاؤں گا تو وہ کر لیتا ہے اِسی طرح یہاں بھی ہے کہ کبیرہ گناہ کا اِرتکاب کفر کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ کبیرہ گناہ کا اِرتکاب بہت دفعہ اِس خیال میں ہو جاتا ہے کہ اِستغفار کر لوں گا توبہ کر لوں گا وہ رِشوت لیتا رہتا ہے عمر بھر سوچتا رہتا ہے توبہ کر لوں گا، میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ اِس طرح کوئی کرے، میں کہتا ہوں جو کرتے ہیں اُن کو یہ سمجھا جانا چاہیے اُس کی وجہ سے کافر اُنہیں نہیں کہا جاتا کیونکہ پھر سچ مچ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ توبہ کر بھی لیتا ہے اور کبھی ایسے ہو جاتا ہے کہ وہ درمیان میں بھی توبہ کرتا رہتا ہے اور خدانخواستہ کبھی ایسے بھی ہو سکتا ہے کہ دِل ہی اُس کا مسخ ہو جائے توبہ کی توفیق ہی سلب ہو جائے وہ پھر دُنیا ہی کی طرف لگا رہے ساری عمر، یہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو یہ خطرناک چیز ہے آسان نہیں ہے مگر ہمیں کیا تعلیم ہے ؟

ہمیں تعلیم یہ ہے کہ کسی گناہگار کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہا جا سکتا، گناہگار کو گناہگار کہا جا سکتا ہے، گناہ کے کام پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ برا ہے نفرت کی جا سکتی ہے، کب تک ؟ جب تک وہ چھوڑے نہ،

''آدمی'' سے نہیں ''عمل'' سے نفرت کی جا سکتی ہے، فرمایا وَلَا تُخْرِجْهُ مِنَ الْاِسْلَامِ اِسلام سے خارج مت کرو۔ حضرت اَنس رضی اللہ عنہ تو بہت بعد تک حیات رہے ہیں اُنہوں نے جب اِن (خارجی) لوگوں کے عقائد سنے ہوں گے تو بتلایا ہوگا اور دُوسرے بھی موجود تھے صحابہ کرامؓ اُنہوں نے یہ روایتیں سنائی ہوں گی۔

کسی بھی صحابی سے روایت میں غلط بیانی ثابت نہیں ! :

اور کوئی غلط بیانی کسی صحابی سے بھی ثابت نہیں، کہیں بھی نہیں ثابت کہ کسی صحابی نے حدیث غلط بیان کی ہو، یہ ہے ہی نہیں۔ اِس واسطے (سب نے) حدیث کے بارے میں سب کے سب صحابہ کرامؓ کو (تسلیم کیا ہے کہ) عَدُوْلٌ صَدُوْقٌ سچے ہیں عادل ہیں بالکل ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ کسی صحابی کی روایت کسی نے سنی ہو اور تردّد ہوا ہو تو پھر دُوسروں سے تحقیق کی ہو تو یہی معلوم ہوا ہے کہ سچ تھی، غلط بات نہیں تھی۔

حضرت عمرؓ کی تجارت اور طالب علمی :

جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ قاعدہ بنالیا تھا کہ ایک صحابی سے اگر ایسی روایت سنتے تھے جو اُنہوں نے خود نہ سنی ہو کیونکہ وہ تجارت بھی تو کرتے تھے ہر وقت تو حاضر نہیں رہتے تھے، زیادہ سے زیادہ حاضر رہتے تھے کوشش کرتے تھے لیکن کاروبار بھی کرتے تھے تو ایسی روایتیں بھی ہوگئیں کہ جو اُنہوں نے نہیں سنیں، مثال کے طور پر جب کہیں آپ جائیں تو تین دفعہ اِجازت چاہیں اگر اِجازت مل جائے گھر والا اِجازت دے دے تو چلے جائیں اَندر، نہ اِجازت دے تین دفعہ بھی تو چلے جاؤ واپس تو اِجازت کا قاعدہ یہی تھا کہ سلام کرلو اور سلام کی آواز گھر میں پہنچ ہی جاتی تھی دروازے کوئی ایسے خاص نہیں تھے کہ جن میں ایسی حفاظت کا اِنتظام ہو آواز نہ پہنچ سکے وغیرہ وغیرہ، کوئی چیز ایسی نہیں تھی، اَب یہ ہے کہ گھنٹیاں ہوتی ہیں تو گھنٹیاں بجائیں تو تین دفعہ بجائیں اُس کے بعد نہ آئے جواب تو چلے جائیں، ٹیلیفون کا بھی یہی رہے گا کہ گھنٹی ہو رہی ہے تو تین دفعہ کے بعد پھر بند کردو اگر نہیں اُٹھا سکا وہ،

ممکن ہے وہ سویا ہوا ہو ممکن ہے وہ نماز پڑھ رہا ہو نیت بندھی ہوئی ہو گھنٹی بجتی رہے گی تشویش رہے گی تو اِس طرح نہ کرو۔

حضرت عمرؓ کا تحقیق اور تثبت فرمانا :

حضرت اَبو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلوایا تھا کسی کام سے اور پھر مصروف ہو گئے کسی طرف ذہن مصروف ہو گیا، یہ آئے اِنہوں نے سلام کیا تین دفعہ سلام کیا جواب ہی نہیں دیا کیونکہ ذہن دُوسری طرف لگا ہوا تھا لیکن بہت دفعہ ایسے ہوتا ہے کہ کان میں آواز پڑ جاتی ہے اور جب ذہن کو ذرا فرصت ملتی ہے دُوسری طرف سے تو ذہن میں آتا ہے کہ میرے کان میں یہ آواز پڑی تو تھی میں نے یہ سنا تو تھا بالکل اِسی طرح اُن کو بھی ذہن میں آیا کہ میں نے سنی تھی تو فرمایا اَلَمْ اَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ قَيْسٍ اُن کی آواز میں نے نہیں سنی تو کیا ایسے نہیں ہوا ؟ تو لوگوں نے کہا ہوا تھا، آئے تھے وہ چلے گئے، اُنہیں بلا لیا بلا کے پوچھا کہ بھئی آئے تھے تو ٹھہرے ہوتے یہ کیا کہ چلے گئے ! اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہی فرمایا ہے کہ تین دفعہ سلام کرو اگر جواب آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلے جاؤ، قرآنِ پاک میں بھی آیا ہے ﴿اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ اگر یہ کہا جائے گھر والا کہتا ہے کہ میں اِس وقت نہیں مل سکتا تو واپس چلے جاؤ کیونکہ تمہیں کیا پتہ کہ وہ کتنا تھکا ہوا ہے یا کیا کیفیت اُس پر گزر رہی ہے، اُس کو معذوری پر محمول کرو سچ مچ کہ وہ واقعی معذور ہوگا اِس لیے ایسی بات کی ہے تو چلے جاؤ، برا نہ مانو کہ میری توہین ہوگئی یہ نہ کرو، یہ قرآنِ پاک میں آداب سکھائے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میں نے تو نہیں سنا یعنی اُنہوں نے نہیں سنا تھا، اُنہوں نے کہا اور کوئی ہے ایسا جس نے یہ تعلیم رسول اللہ ﷺ کی سنی ہو ایسے آدمی کو لاؤ تلاش کر کے، یہ آئے مسجد میں، پوچھا اَنصار سے تو اُنہوں نے کہا ہاں ہم نے سنی ہے اور یہ ہم میں سب سے چھوٹی عمر کے ہیں حضرت اَبو سعید خدری رضی اللہ عنہ، اَبو سعید خدری رضی اللہ عنہ اُن میں چھوٹی عمر کے تھے ویسے تو وہ بارہ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے ہیں یعنی بارہ غزوات اُنہوں نے بالغ ہونے کے بعد

کیے ہیں، پندرہ سال سے زیادہ جو عمر تھی اُس کو شریک کیا جاتا تھا جہاد میں ورنہ نہیں، منع کر دیا جاتا تھا۔

تو اُنہوں نے کہا اَصْغَرُنَا یہ جو سب سے چھوٹے ہم میں ہیں اَبو سعید یہ آپ کے ساتھ جائیں گے، یہ چلے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اِنہوں نے کہا کہ میں نے بھی سنا ہے رسول اللہ ﷺ سے یہ، تو پھر وہ فرمانے لگے اپنے آپ سے اَلْھَانِی الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ [1] یہ کہ میں بازار میں سودے وغیرہ کے لیے جاتا تھا اُس میں میں مشغول رہا ہوں تو ایسی تعلیمات ساری کی ساری رسول اللہ ﷺ کی میرے سامنے نہیں آئیں۔ اِسی طرح سے اور بھی کوئی مسئلہ پیش آیا ہے تو اُنہوں نے کہا ہے کہ لاؤ کوئی اور بھی لاؤ جس نے سنا ہو یہ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خاص اُس کے کان میں تو نہیں فرمایا، سننے والے اور بھی ہوتے ہیں اور ایک بات ایک ہی دفعہ آپ نے فرمائی ہوگی بار بار بار بار فرمانا تو بہت کم ہے کیونکہ وہ ایک دفعہ کی بات بھی کافی ہوتی تھی اُن کے لیے، اِشارہ کافی ہوتا تھا چہرۂ مبارک کی کیفیت جو ہوتی تھی وہ کافی ہوتی تھی اُن کے لیے۔ تو ایک جملہ ایک دفعہ بھی نکلا ہے تو سننے والے تو کئی ہوتے تھے وہ سب یاد رکھتے تھے بھلاتا نہیں تھا کوئی بھی کہ یہ بات ایسے ہی ہے چلو گزار دو، یہ بات نہیں تھی۔ وہ لے آئے اُن کے پاس اور اُنہوں نے یہ معذوری ظاہر کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تَثَبُّتْ کا طریقہ نکالا۔ تو صحابہ کرام سے گناہ ہوئے ہیں مگر یہ گناہ نہیں ہوا ہے کہ حدیث میں گڈمڈ کر دی ہو، یہ ثبوت ملا ہی نہیں کہیں بھی کہ کوئی روایت اُنہوں نے غلط بیان کی ہو، جھوٹ باندھی ہو۔

روایت کرنے میں صحابہ کی اِحتیاط :

ہاں یہ ثبوت ضرور ملا ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ روایت یاد ہونے کے باوجود (حدیث کے الفاظ) بتاتے ہوئے دوہراتے ہوئے ڈرتے تھے مسئلہ بتادیتے تھے (مگر الفاظ) دوہراتے ہوئے ڈرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے کلمات ممکن ہیں اور ہوں اور ہم سے اُس میں کوئی غلطی ہو جائے اِس لیے وہ یہ نہیں کرتے تھے۔ سعد اِبن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ سے کم روایات ہیں، حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں ہیں رسول اللہ ﷺ نے اِنہیں ''حَوَارِیْ'' [2] فرمایا ہے یعنی میرا مخلص ساتھی اور

---

[1] بخاری کتاب البیوع رقم : ۲۰۶۲ [2] بخاری کتاب الجهاد و السیر رقم : ۲۸۴۷

رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں تو رِشتہ بھی ہوا اور بہت بڑے صحابی ہیں اور بہت بہادر اَشْجَعُ النَّاسِ اکیلے ہی چلے جانا کہیں بھی چاہے ایک ہو دُشمن یا تعداد بہت ہو پرواہ ہی نہیں ہوتی تھی اِس طرح کی خدا نے اُن کو جرأت اور شجاعت عطا فرمائی تھی، عشرہ مبشرہ میں ہیں وہ، مگر اُن کی روایات بہت تھوڑی ہیں اور اُن سے کہا گیا، کہنے لگے کہ میں ڈرتا ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا جو میرے بارے میں کوئی بات غلط کہے قصدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ[1] تو اُسے چاہیے کہ اَپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے یہی روایت اُن سے چلی آرہی ہے اور بھی چند روایات ہیں بہت تھوڑی، سفر میں ساتھ رہتے تھے مسائل تو بتا دیتے تھے کہ ایسے نہ کرو ایسے کرو لیکن یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ (لفظ) فرمایا ہے اِس طرح کرکے وہ نہیں فرماتے تھے تو بہت سے صحابہ کرامؓ کی یہ عادت تھی

صحابہؓ کے اَقوال بھی ''حدیث'' ہیں اور اُن کی دو قسمیں :

اِس بناء پر صحابہ کرامؓ کے قول لے لیے گئے کیونکہ اُنہوں نے حدیث نہیں بیان کی مسئلہ بیان کیا ہے تو وہ اُن کا فتوی ہو گیا اُن کا قول ہو گیا اُس کو بھی درجہ ''حدیث'' کا ہی دیا جاتا ہے اور وہ دو طرح کے ہیں۔

ایک تو ایسے کہ جو سمجھ میں آتے ہیں۔

اور ایک ایسے کہ جن کا سمجھ سے کوئی تعلق نہیں وحی سے ہی تعلق ہے۔

تو جو اَقوال ایسے ہیں صحابہ کرامؓ کے کہ جن کا تعلق وحی سے ہی ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات ہی ہیں تو اُن کو کہتے ہیں کہ یہ مرفوع ہے حکماً یعنی گویا رسول اللہ ﷺ ہی کا اِرشاد ہے اِنہوں نے اِحتیاطًا وہ کلمات نہیں اَدا کیے اَلبتہ فتوی دیا ہے۔

ہر کسی پر کفر کا فتوی، یہ کافروں کی تعداد بڑھانا ہوا :

تو اِسلام سے خارج کر دینا کافر کہہ دینا یہ تو کافروں کی تعداد بڑھانا ہے یہ جو رواج ہو گیا ہے ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دینا اور بہت ٹولے ایسے پیدا ہو گئے جو ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں،

[1] بخاری شریف کتاب العلم رقم الحدیث ۱۱۰

یہ نہیں ہوسکتا بلکہ پہلے اُس کی وجہ معلوم کرنی پڑے گی پوری تحقیق کرنی پڑے گی پھر اُس کے بعد تکفیر کی جائے تو کی جائے ورنہ نہیں کی جاسکتی تکفیر۔ اگر وہ قطعیات کا اِنکار کرتا ہے یعنی وہ باتیں جو دین کی شروع سے آج تک چلی آرہی ہیں اور وہ سب کے علم میں ہیں متواترات ہیں اُن کا اِنکار کرتا ہے اگر یا اُن میں کسی ایک بات کا تو پھر کافر ہوسکتا ہے پھر تکفیر کی جائے گی اُس کی، ورنہ نہیں۔ اِرشاد فرمایا کہ لَا تُخْرِجُهُ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ کسی عمل کی وجہ سے یہ نہ کہو کہ یہ اِسلام سے نکل گیا، اَب کوئی برا عمل کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو اگر، تو بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اِسلام سے نکل گیا ہے تاوقتیکہ اُس سے بات نہ کرلو۔ یہ جو ہمارے ناواقف لوگ ہیں بدعتی لوگ ہیں جنہیں مسائل کا پتہ نہیں ہے قبروں پر جاتے ہیں سجدے بھی کر لیتے ہیں اَب اُنہیں کیا کہا جائے، دیوبندی عالم سے پوچھو تو اور بریلوی سے پوچھو تو یہی ہے فتوی دونوں کا ایک ہی ہے کہ یہ کفر کا عمل ہے عملِ کفر ہے اور سب نے یہی لکھا ہے اِس میں کوئی دیوبندی بریلوی کا بھی فرق نہیں لیکن علماء اِحتیاط کرتے ہیں، علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ فعلِ کفر ہے وہ کام ہے یہ جو کافر کرتے ہیں وہ کام نہیں ہے جو مسلمان کرتے ہیں۔ تو یہ کافروں جیسا کام ہوا کفر نہ ہوا تاوقتیکہ اُس سے اُس کی نیت معلوم نہ کر لی جائے تو یہ فعلِ شرک ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو نظر یہ آرہا ہے کہ وہ بت کو سجدہ کر رہا ہے لیکن یہ نہیں پتہ چل رہا آپ کو کہ اُدھر پیچھے کوئی اُس کے کھڑا ہے تلوار لیے ہوئے یا ریوالور لیے ہوئے کہ تو ایسے کر، تو ممکن ہے کہ ایسے ہوا ہو، تو یک لخت دیکھتے ہی بغیر بات کیے نہیں کہا جاسکتا۔ اور اِس طرح کی جہالت کہ بتوں کو سجدہ کرنا اِسی طرح سے قبروں کو سجدہ کرنا یہ چلی ہے ہمارے یہاں غیر مسلموں سے اَصل میں، اُن کے اِختلاط سے ورنہ عرب میں نہیں ہے ایسی صورت۔ عرب کا مطلب سعودی عرب نہیں بلکہ عرب علاقے سارے، اُن میں نہیں ملے گی یہ بات۔

مصری عالم سے گفتگو، بدعت کی وجہ :

ایک مصری عالم آئے ہوئے تھے وہ کہیں چلے گئے بزرگوں کے مزارات پر وہاں جا کر یہ بھی چیز دیکھی اُنہوں نے ! اُنہیں بڑا عجیب لگا !! پھر میں نے اُن سے پوچھا کہ مصر میں ایسے نہیں ہے ؟

کیونکہ بدعت تو ہر جگہ ہے، بدعت کی وجہ ہوتی ہے علم سے ناواقفیت، مسائل سے ناواقفیت تو بدعت تو ہر جگہ ہے اور علم سے واقف کم ہیں، ناواقف زیادہ ہیں تو بدعت زیادہ ہی ہوتی ہے اور بدعتی زیادہ ہی ہوتے ہیں ہر جگہ، کوئی علاقہ اِس سے خالی نہیں تو میں نے کہا یہ نہیں ہے وہاں ؟ کہنے لگے بدعات تو ہیں لیکن سجدہ نہیں ہے، کہنے لگے میں نے اپنی عمر میں صرف ایک جگہ اسکندریہ (مصر) یا اور اِسی طرف کہیں گئے تھے وہ بتلا رہے تھے کہ وہاں میں گیا وہاں میں نے ایک آدمی کو دیکھا اُس نے ایسے سجدہ کیا تو میں نے اُس کو بعد میں سمجھایا کہ یہ تم نے کیا کیا پھر اُس نے اِس بات کو مان لیا توبہ کرلی کہ غلطی ہوگئی تو وہاں یہ چیز نہیں ہے۔ تو یہ آگیا ہے یہاں حدیث شریف میں لَا تُخْرِجْهُ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ کسی بھی عمل کو دیکھو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اِسلام سے خارج ہو گیا تاوقتیکہ اُس سے بات نہ کرلو کہ اُس کا اِعتقاد کیا ہے اگر وہ بعینہٖ خدا سمجھ رہا ہے تو پھر تو بالکل کفر ہوگیا اور اگر وہ سمجھتا ہے کہ نہیں نہیں میں تو تعظیمًا کر رہا ہوں سجدہ، اَب سجدۂ تعظیمی کرنے والا کہلائے گا کہ ''شدید بدعتی'' ہے اور یہ کہلائے گا کہ فعلِ کفر کیا ہے اِس نے۔

''کفر'' اور ''فعلِ کفر'' میں فرق ہے :

اور'' کفر'' اور'' فعلِ کفر'' میں فرق کرنا تو بڑا ضروری ہے قرآنِ پاک میں بھی آ گیا ﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ﴾ کوئی سوائے اُس کے کہ جو مجبور کیا گیا ہو اِکراہ کی شکل پیش آ گئی ہو اُس وقت اگر کوئی برا کام ایسا کرلیتا ہے تو وہ اَلگ بات ہے ﴿وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ﴾ دِل اُس کا اِیمان پر ہے دِل میں بالکل (شک وشبہ) نہیں اگر اُس سے پوچھو کہ بھئی تو دو خدا مانتا ہے تو وہ کہے گا کبھی نہیں مانتا، اِن کو خدا کے برابر جانتا ہے، کہے گا نہیں، خدا کا بندہ ہے ولی ہے پاکیزہ ہے وغیرہ ایسی باتیں کرے گا یا جو بھی کچھ کرتا ہے بہرحال اُس کی اِصلاح ہو جائے گی، وہ سن لیتا ہے بات، ٹھیک ہو جاتا ہے اِصلاح ہو جاتی ہے اُس کی، وجہ اُس کی جہالت ہوتی ہے تو صحیح چیز بھی یہی ہے کہ اَلْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لے اُس سے رُکا جائے لَا تُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ گناہ کی وجہ سے (اُن کو کافر) نہیں (ٹھہراؤ) اور اِسی طرح عمل کی وجہ سے بھی نہیں۔

اِعتقاد کی خرابی ہو جائے جیسے ''مرزائی'' تو کافر قرار دیا جائے گا :

اَلبتہ اِعتقاد ایسی چیز ہے کہ اُس کی وجہ سے کافر کہا جاتا ہے جیسے کہ مرزائی اَب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو کہتے ہیں لیکن ایک نبی بھی مانتے ہیں ساتھ ساتھ، غلام اَحمد قادیانی کو اُنہوں نے نبی مان لیا تو اُنہوں نے متواتراتِ دین کا اِنکار کر دیا جو صدیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے چلی آرہی ہے کہ جیسے مسیلمہ کذاب ہے اور اَسودِ عنسی یا اور جس نے بھی دعوی کیا نبوت کا تو نہیں مانا گیا اُس وقت سے لے کر اور آج تک یہی صورت چلی آرہی ہے کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ضرورت ہے۔ تو اَب جو ایسے کرتے ہیں یا کہتے تو ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لیکن عقیدہ کر یدیں تو اَندر سے نکلے گا کفر تو اُس کو تو کافر کہنا ہی پڑے گا کیونکہ یہ تو نہیں بتلایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مسلمان ہونے کے بعد کافر کوئی ہوتا ہی نہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے بعد کوئی کافر ہوتا ہی نہیں جو چاہے کرتا رہے، یہ تو نہیں فرمایا بلکہ اِعتقاد کا صحیح ہونا اِس کے ساتھ ساتھ ضروری ہے۔ اَب نماز بھی وہ پڑھتا ہے ٹھیک ہے چاہے تہجد بھی پڑھتا ہو لیکن اُس میں کفریہ عقیدہ موجود ہے تو ایسی صورت میں بہ مجبوری تکفیر کی جائے گی سمجھائیں گے، نہیں سمجھیں گے تاویلات کریں گے طرح طرح کی اور پھر اُسی پر جائیں گے تو ایسی صورت میں بہ مجبوری کافر ہی کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عقائد پر قائم رکھے اِسلام پر قائم رکھے اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ عطا فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا.......................

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اَور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اَور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

قسط : ۷

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

چھٹا سبق : تقویٰ اور پرہیزگاری

تقویٰ اور پرہیزگاری :

تقوی اور پرہیزگاری کی تعلیم بھی اِسلام کی اُصولی اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ تقوی کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے حساب اور جزا اور سزا پر یقین رکھتے ہوئے اور اللہ کی پکڑ اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے تمام برے کاموں اور بری باتوں سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلا جائے یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہیں اور اپنے جن بندوں کے جو حق ہم پر لازم اور مقرر کیے ہیں اُن کو ہم اَدا کریں۔ اور جن کاموں اور باتوں کو حرام اور ناجائز کر دیا ہے ہم اُن سے بچیں اور اُن کے پاس بھی نہ جائیں اور اُس کے عذاب سے ڈرتے رہیں۔ قرآن و حدیث میں بڑی تاکید کے ساتھ اور بار بار اِس تقوی کی تعلیم دی گئی ہے، ہم صرف چند آیتیں اور حدیثیں یہاں درج کرتے ہیں

سورۂ آلِ عمران میں اِرشاد ہے :

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

(سُورۂ آلِ عمران : ۱۰۲)

''اے اِیمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنا چاہیے (اور آخری دم تک اِسی تقوی کے تحت اُس کی فرمانبرداری کرتے رہو) یہاں تک کہ اِسی فرمانبرداری کی حالت میں موت آئے۔''

اور سُورۃُ التَّغَابُنْ میں فرمایا :

﴿ فَاتَّقُوااللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا ﴾ (سُورۃ التغابن : ۲)

''اللہ سے ڈرو اور تقوی اِختیار کرو جس قدر بھی تم سے ہو سکے اور اُس کے سارے حکم سنو اور مانو۔''

اور سورۂ حشر میں فرمایا گیا ہے :

﴿یٰآَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.﴾(سورۃ الحشر :)

''اے اِیمان والو ! اللہ سے ڈرو (اور تقوی اِختیار کرو) اور ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دیکھے اور غور کرے کہ اُس نے کل کے لیے (یعنی آخرت کے لیے) کیا عمل کیے ہیں اور دیکھو اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہارے سب عملوں سے پوری طرح خبردار ہے۔''

قرآن شریف ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزاریں، اُن پر دُنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کی بڑی مدد کرتا ہے۔

﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًاo وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾

(سُورۃ الطلاق : ۲ ، ۳)

''اور جو لوگ ڈریں اللہ سے (اور تقوی والی زندگی گزاریں) تو اللہ اُن کے لیے مشکلات سے نکلنے کے راستے پیدا کرتا ہے اور اُن کو ایسے طریقوں سے رزق دیتا ہے جس کا اُن کو گمان بھی نہیں ہوتا۔''

قرآن شریف ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں میں تقوی ہوتا ہے وہ اللہ کے ولی ہوتے ہیں اور پھر اُن کو کسی چیز کا ڈر اور رنج بالکل نہیں ہوتا۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ یَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ. لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ.﴾ (سُورہ یونس : ۶۲)

''یاد رکھنا چاہیے کہ جو اللہ کے ولی ہوتے ہیں اُنہیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوتا، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو سچے مومن اور متقی ہوں، اُن کے واسطے بشارت ہے دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔''

اِن متقی اور پرہیز گاروں کو جو نعمتیں آخرت میں ملنے والی ہیں، اُن کا کچھ ذکر اِس آیت میں کیا گیا ہے :

﴿ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ. وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ﴾ (سُورہ آلِ عمران :۱۵)

''(اے رسول (ﷺ) ! اِن لوگوں سے) آپ کہیے، کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں جو تمہاری اِس دُنیا کی تمام مرغوب چیزوں اور لذتوں سے بہت بہتر ہے۔ سنو ! اُن لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈریں اور تقوی والی زندگی اِختیار کریں، اُن کے مالک کے پاس ایسے باغہائے جنت ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں اُن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ایسی بیبیاں ہیں جو بہت صاف ستھری ہیں (اور اُن کے لیے) اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے اپنے سب بندوں کو (سب کے ظاہر و باطن کا حال اُس کی نظر میں ہے)۔''

اِس سلسلہ میں سورۂ ص کی یہ آیت اور سن لیجیے :

﴿ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ o جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ وَّعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَالَهٗ مِنْ نَّفَادٍ. ﴾ (سورۂ ص ع۴)

''اور یقیناً متقی بندوں کے لیے بہت ہی اچھا ٹھکانا ہے، باغ ہیں سدا بہار ہمیشہ رہنے کے، کھلے ہوئے ہیں اُن کے لیے دروازے، بیٹھے ہیں اُن میں تکیے لگائے،

منگاتے ہیں خادموں سے میوہ اور شربت اور اُن کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں، سب برابر عمر کی، یہ ہے وہ اِنعام جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے تم سے روزِ حساب کے لیے، بے شک یہ ہے ہمارا رزق جس کے لیے نبڑنا نہیں۔''

اور قرآنِ مجید ہی میں متقی بندوں کو یہ بھی خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اپنے پروردگار کا خاص الخاص قرب اِن کو نصیب ہوگا، سورۂ قمر کی آخری آیت ہے :

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ (سورۂ قمر ع ۳)

''متقی بندے (آخرت میں) جنت کے باغات اور نہروں میں رہیں گے، ایک عمدہ مقام میں کامل اِقتدار رکھنے والے کائنات کے حقیقی بادشاہ کے قریب۔''

قرآنِ مجید میں یہ بھی اعلان فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک عزت و شرافت کا مدار بس تقوی پر ہے۔

﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ﴾ (سُورۂ حجرات : ع ۲)

''تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تقوی میں بڑا ہے۔''

اِسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے :

''مجھ سے زیادہ قریب اور مجھے زیادہ پیارے وہی لوگ ہیں جن میں تقوی کی صفت ہے، خواہ وہ کسی قوم و نسل سے ہوں اور کسی بھی ملک میں رہتے ہوں۔''

تقوی (یعنی خدا کا خوف اور آخرت کا فکر) ساری نیکیوں کی جڑ ہے، جس شخص میں جتنا تقوی ہوگا اُس میں اُتنی ہی نیکیاں اور اچھائیاں جمع ہوں گی اور اُتنا ہی وہ برے کاموں سے دُور رہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ :

''رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابیؓ نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت ! میں نے حضور ﷺ کے بہت سے اِرشادات اور بہت سی ہدایات سُنی ہیں اور مجھے خطرہ

ہے کہ یہ ساری ہدایتیں اور نصیحتیں مجھے یاد نہ رہ سکیں اِس لیے حضور ﷺ کوئی ایک جامع نصیحت فرمادیں جو میرے لیے کافی ہو ؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا اپنے علم اور واقفیت کی حد تک خدا سے ڈرتے رہو اور اِسی ڈر اور فکر اور تقوی کے ساتھ زندگی گزارو۔''

یعنی اگر یہی ایک بات تم نے یاد رکھی اور عمل کیا تو بس یہی تمہارے لیے کافی ہے۔ایک دُوسری حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''جسے خوف ہوگا، وہ سویرے چل پڑے گا اور جو سویرے چل دے گا وہ بروقت منزل پر پہنچ جائے گا۔''

پس خوش نصیب اور کامیاب وہی ہیں جو خدا سے ڈریں اور آخرت کی فکر کریں۔خدا کے خوف سے اور اُس کے عذاب کے ڈر سے اگر ایک آنسو بھی آنکھ سے نکل آئے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس کی بڑی قدر ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے :

''اللہ تعالیٰ کو اِنسان کے دو قطروں اور اُس کے دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں، بس دو قطرے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں اُن میں سے ایک تو آنسو کا وہ قطرہ ہے جو اللہ کے خوف سے کسی کی آنکھ سے نکلا ہو اور دُوسرا خون کا وہ قطرہ ہے جو راہِ خدا میں کسی کے جسم سے بہا ہو۔اور جو دو نشان اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں، اُن میں سے ایک تو وہ نشان ہے جو راہِ خدا میں کسی کو لگا ہو (یعنی جہاد میں زخم لگا اور اُس کا نشان رہ گیا ہو) اور دُوسرا وہ نشان جو اللہ کے فرائض اَدا کرنے سے پڑ گیا ہو (جیسا کہ نمازیوں کی پیشانیوں اور گھٹنوں میں ہو جاتا ہے)۔

ایک دُوسری حدیث شریف میں ہے :

''ایسا آدمی کبھی دوزخ میں نہیں جا سکتا جو اللہ کے خوف سے روتا ہو۔''

اَلغرض خدا کا سچا خوف اور آخرت کی فکر اگر کسی کو نصیب ہو تو بڑی بات ہے اور اِس خوف اور

فکر سے آدمی کی زندگی سونا بن جاتی ہے۔

بھائیو ! خوب سمجھ لو، اِس چند روزہ دُنیا میں جو خدا سے ڈرتا رہے گا مرنے کے بعد آخرت کی زندگی میں اُس کو کوئی خوف اور رنج وغم نہ ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیشہ ہمیشہ خوش وخرم اور بڑے چین وآرام سے رہے گا۔ اور جو یہاں خدا سے نہ ڈرے گا اور آخرت کی فکر نہ کرے گا اور دُنیا ہی کی لذتوں میں مست رہے گا وہ آخرت میں بڑے دُکھ اُٹھائے گا اور ہزاروں برس خون کے آنسو روئے گا۔

تقوی یعنی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا ہونے کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ اللہ تعالیٰ کے اُن نیک بندوں کی صحبت ہے جو خدا سے ڈرتے ہوں اور اُس کے حکموں پر چلتے ہوں۔ اور دُوسرا ذریعہ دین کی اچھی معتبر کتابوں کا پڑھنا اور سننا ہے۔ اور تیسرا ذریعہ یہ ہے کہ تنہائی میں بیٹھ بیٹھ کر اپنی موت کا خیال کرے اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکیوں پر جو ثواب اور گناہوں پر جو عذاب ملنے والا ہے، اُس کو یاد اور اُس کا دھیان کیا کرے۔ اور اپنی حالت پر غور کیا کرے اور سوچا کرے کہ قبر میں میرا کیا حال ہوگا اور قیامت میں جب سب بندے اُٹھائے جائیں گے تو میری کیا حالت ہوگی اور جب خدا کے سامنے پیشی ہوگی اور میرا نامۂ اعمال میرے سامنے کھولا جائے گا تو میں کیا جواب دُوں گا اور کہاں منہ چھپاؤں گا۔

جو شخص اِن طریقوں کو اِستعمال کرے گا اِنشاء اللہ اُس کو ضرور تقویٰ نصیب ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقوی اور پرہیزگاری نصیب کرے۔ (جاری ہے)

قسط : ۷

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصّے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ حضرت اِبراہیم علیہ السلام ﴾

حضرت اِبراہیم علیہ السلام کے دِل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اِس بات کا مشاہدہ کریں کہ اللہ کیسے مُردوں کو زندہ کرتا ہے ؟ آپ نے عاجزی کے ساتھ اللہ سے درخواست کی :

﴿ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ﴾ (سُورۃ البقرہ : ۲۶۰)

''اے میرے پروردِگار، دِکھلا دے مجھ کو کہ کیونکر زِندہ کرے گا تو مُردے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت اِبراہیم علیہ السلام کے دِل کی بات جاننے کے باوجود آپ سے پوچھا :

﴿ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ﴾ ''کیا تو نے یقین نہیں کیا۔''

حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے فوراً عرض کیا :

﴿ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ﴾

''کیوں نہیں لیکن اِس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے میرے دِل کو۔''

آپ کے سوال کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ آپ اَحیائے موتٰی کے مشاہدہ سے اِطمینانِ قلب چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اِبراہیم علیہ السلام کے شوق کے سبب دُعا قبول فرمالی اور آپ کو حکم دیا کہ چار پرندے اَکھٹے کریں پھر اُنہیں ذبح کریں اور اُن کے کئی ٹکڑے کریں اور تمام ٹکڑے پہاڑ پر رکھ دیں پھر اُنہیں بلائیں تاکہ آپ دیکھ سکیں کہ پرندے کس طرح زِندہ ہو کر آپ کی طرف آتے ہیں، گویا آپ نے اِن پرندوں کو ذبح کیا ہی نہیں ہو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾. (سُورة البقرة :۲۶۰)

''تو پکڑ لے چار جانور اُڑنے والے پھر اُن کو ہلا لے اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر اُن کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا پھر اُن کو بلا۔ چلے آویں گے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔''

حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے حکمِ خداوندی کے مطابق فوراً اِس حکم پر عمل کیا اور خوب مشاہدہ فرمایا کہ کیونکر چاروں پرندوں کے اَجزا نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور ہر پرندے کے مختلف اَجزا کس طرح ایک دُوسرے سے جڑ گئے پھر اُن میں رُوح کیسے لوٹ آئی اور حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی ندا کا جواب دیتے ہوئے کیسے آپ کی طرف اُڑتے ہوئے آئے ؟ یہ سب کچھ دیکھ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کے دِل میں سکینت طاری ہوئی اور خدائے واحد وقہار کے آگے زمین پر سجدہ ریز ہوگئے۔ وہی زندگی اور موت کا مالک ہے، یقیناً ہر بات کا اِختیار اُسی ذاتِ اَقدس کو حاصل ہے۔

حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے بابل چھوڑ کر اپنی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام کے ہمراہ شام کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں پہنچ کر لوگوں کو ترکِ شرک اور اللہ کی عبادت کی دعوت شروع کی پھر آپ مصر تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا، وہاں سے رُخصت سے قبل فرعون نے آپ کو بہت سے اِنعامات دیے اور آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کو ہاجرہ نامی ایک مصری لونڈی دی حضرت اِبراہیم نہایت معمر ہوچکے تھے اور حضرت سارہ علیہا السلام کی گود اَبھی ہری نہیں ہوئی تھی، حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت اِبراہیم علیہا السلام کی آنکھوں میں اَولاد کے لیے اُداسی دیکھی تو آپ کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے نکاح فرمالیں، شاید اللہ تعالیٰ آپ کو اَولاد کی دولت عطا فرمادیں چنانچہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے نکاح کرلیا اور اللہ نے اُن کے بطن سے حضرت اِسماعیل علیہ السلام عطا کیے۔

پھر اللہ نے اپنے نبی حضرت اِبراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی ہاجرہ علیہا السلام اور دُودھ پیتے ہوئے اِسماعیل علیہ السلام سمیت کسی دُوسری جگہ ہجرت کر جائیں، حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور شیر خوار بچے کو لے کر جزیرۂ عرب کے صحرا میں چلنا شروع کر دیا حتی کہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ مکہ اُس وقت ایک ویران اور چٹیل وادی تھی نہ اُس میں سبزہ کا نام ونشان تھا نہ پانی کا۔ حضرت اِبراہیم علیہ السلام یہاں پہنچے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو یہیں چھوڑ کر واپس شام کا اِرادہ فرمالیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے عرض کیا کہ اِبراہیم علیہ السلام ! آپ ہمیں اِس وادی میں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں ؟ حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے اُنہیں کوئی جواب نہ دیا تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام سمجھ گئیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اُنہوں نے پھر عرض کیا کہ کیا اللہ نے آپ کو ایسا حکم فرمایا ہے ؟ آپ نے فرمایا ہاں ! تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کامل اِیمان ویقین سے کہا تب اللہ ہمیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور دُعا کی :

﴿ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ﴾ (سُورۂ اِبراھیم : ۳۷)

''اے رب ! میں نے بسایا اپنی ایک اَولاد کو میدان میں کہ جہاں کھیتی نہیں، تیرے محترم گھر کے پاس۔ اے رب ہمارے تاکہ قائم رکھیں نماز کو، سو بعضے لوگوں کے دِلوں کو اُن کی طرف مائل رکھ اور روزی دے اُن کو میووں سے، شاید وہ شکر کریں۔''

اِس کے بعد حضرت اِبراہیم علیہ السلام گاہے بگاہے اُن کی ملاقات کے لیے تشریف لاتے رہے، جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُنہیں زندگی گزارنے کے وسائل مہیا کیے تب حضرت اِبراہیم علیہ السلام کو اِطمینان ہوا۔

حضرت اِبراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت اِسماعیل علیہ السلام سے شدید محبت تھی جیسا کہ

تمام لوگوں کو اپنے بیٹوں سے ہوتی ہے اور اُس دِن کے منتظر رہتے ہیں کہ کب اُن کا بیٹا بڑا ہو کر اُن کا ہاتھ بٹائے گا اور طلبِ معاش میں اُن کی معاونت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے خلیل حضرت اِبراہیم علیہ السلام کا اِمتحان لیں۔ سو اللہ نے آپ علیہ السلام کو خواب میں دِکھایا کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح کررہے ہیں۔ حضرت اِبراہیم علیہ السلام نیند سے بیدار ہوئے تو بہت غمگین اور پریشان ہوئے کیونکہ جو کچھ آپ نے دیکھا تھا وہ اللہ کی طرف سے وحی اور حق تعالیٰ کا حکم تھا جس پر تمام تر مشکلات کے باوجود آپ نے عمل کرنا تھا۔ حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے تمام تر رضامندی اور اِطمینانِ قلب کے ساتھ اللہ کی تقدیر پر اِیمان لاتے ہوئے اِس اَمرِ خداوندی کو قبول کیا۔ آپ نے اپنے بیٹے اِسماعیل علیہ السلام کو بلایا اور بڑی محبت وشفقت سے فرمایا :

﴿ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی ﴾ (سُورۃ الصفت : ۱۰۲)

''اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پس دیکھ کہ تو کیا دیکھتا ہے ؟ ''

کیونکہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی بہت اچھی تربیت کی تھی اِسی لیے بیٹا بھی اللہ تعالیٰ پر پختہ اِیمان ویقین رکھتا تھا۔ سو حضرت اِسماعیل علیہ السلام نے بِلا تردّد، مکمل فرماں برداری سے جواب دیا :

﴿ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ. ﴾ (سورۃ الصفت ۱۰۲)

''اے باپ ! کرڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے، تو مجھ کو پائے گا اگر اللہ نے چاہا صبر کرنے والا۔''

حضرت اِبراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے اِسماعیل علیہ السلام کو لے کر دُور صحرا میں نکل گئے، راستے میں شیطان نے موقع غنیمت جانا اور سوچا کہ وہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کو پدری محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر تیار کرلے گا چنانچہ وہ وسوسہ ڈالنے لگا اور کہنے لگا :

اے اِبراہیم ! آپ اپنے بیٹے کو اپنے ہی ہاتھوں کیسے ذبح کر ڈالیں گے، وہ بھی ایک خواب کی بنا پر جو آپ نے نیند میں دیکھا ہے۔ آپ کی عقل کہاں گئی، کیا یہ عقل کی بات ہے کہ اِنسان اپنے بیٹے کو ذبح کردے۔ اِبراہیم ! واپس چلے جائیے۔''

حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے محسوس کیا کہ شیطان آپ کے دِل کو اللہ پر اور اُس کی تقدیر پر اِیمان و یقین سے پھیرنا چاہتا ہے۔ حضرت اِبراہیم علیہ السلام زمین کی طرف جھکے اور کنکریاں اُٹھا کر اُسے ماریں تاکہ وہ دفع ہو جائے۔ آپ نے سات مرتبہ ایسا کیا حتی کہ وہ ذلیل و خوار اور نامراد ہو کر گیا لیکن شیطان مایوس نہ ہوا اور وہ باپ کو چھوڑ کر بیٹے کی طرف متوجہ ہوا اور حضرت اِسماعیل علیہ السلام سے کہنے لگا کہ

''آپ کیوں اپنے باپ کی بات مان رہے ہیں، یہ تو محض خواب تھا، کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو خواب کی بنا پر ذبح کر سکتا ہے ؟ ''

حضرت اِسماعیل علیہ السلام شیطان کی خباثت کو سمجھ گئے پس آپ نے بھی اُسے سات مرتبہ کنکریاں ماریں چنانچہ شیطان کو یہاں سے بھی مایوسی ہوئی لیکن شیطان اپنے وسوسہ پر مصر تھا اَب وہ باپ بیٹے سے مایوس ہو کر حضرت اِسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی طرف گیا اور اُن سے کہنے لگا۔

''اپنے بیٹے کو بچا لیجیے۔ اِبراہیم اُنہیں ذبح کرنا چاہتے ہیں، جلدی کریں اور موقع ضائع ہونے سے پہلے اُنہیں باپ کے ہاتھ سے بچالیں۔''

لیکن حضرت ہاجرہ علیہا السلام حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی زوجہ ہونے کی وجہ سے پُر اِعتماد تھیں، آپ وحی اِلٰہی اور اُس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی تھیں لہٰذا اُنہوں نے بھی اُسے سات کنکریاں ماریں اور فرمایا : اے شیطان مردود ! اے ملعون ! دفع ہو جا۔

جب حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے حضرت اِسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا تہیہ فرما لیا اور

عین اُس وقت جس وقت آپ نے بیٹے کی گردن پر چھری چلائی تو آپ نے ایک آواز سنی :

﴿ یٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴾[1]

''اے اِبراہیم تو نے سچ کر دِکھایا خواب، ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو۔''

یہ حق تعالیٰ کی آواز تھی۔ حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک موٹے تازے دُنبے کے ساتھ موجود ہیں آپ نے دوبارہ آواز سنی۔

﴿ وَفَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ﴾ (سُورۃ الصفت : ۱۰۷)

''اور اِس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے واسطے بڑا۔''

حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے دُنبے کو پکڑا اور اُسے حضرت اِسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کر ڈالا اور اِس طرح آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ اپنے عزم کے سچے، اللہ پر اِیمان میں مضبوط اور ہر حال میں اللہ کی قضاء و قدرت پر راضی ہیں اور کسی بھی حکم میں اُس کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور اِسی طرح آپ کے بیٹے حضرت اِسماعیل علیہ السلام بھی۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

---

[1] سُورۃ الصفت : ۱۰۴، ۱۰۵

قسط : ۷، آخری

تعلیم النساء

﴿ اَز اِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی ﴾

زنانہ اسکول قائم کرانے کی شرائط اور بہتر شکل

اَن پڑھ جاہل عورتوں کی تعلیم کا طریقہ :

آسان ترکیب یہ ہے کہ اگر عورتیں لکھ پڑھ نہ سکیں تو اُن کو روزانہ دو چار مسئلے اُن کی ضرورت کے بتلا دیا کریں اور عقائد کی اور مواعظ و نصائح کی اور حکایاتِ صلحاء کی کوئی کتاب اُن کو سنا دیا کریں اِنشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں بغیر لکھے پڑھے ہی وہ تعلیم یافتہ ہو جائیں گی۔(اَلتبلیغ ج۲۱ ص ۱۶۶)

اگر گھر والے سننے کو تیار نہ ہوں :

کتبِ دینیہ اپنے گھر والوں کو سناؤ زیادہ نہ ہو تو پندرہ بیس منٹ ہی سہی مگر سناتے وقت یہ بھی نہ دیکھو کہ کون سنتا ہے اور کون نہیں، ''کس بشنود یا نشود'' پر عمل ہو یعنی کوئی سنے یا نہ سنے مگر تم اپنا کام کیے جاؤ، گھر میں پڑھنا شروع کر دو اور روز سنایا کرو، اُٹھ کر نہ آؤ خواہ بگڑ بگڑ پڑیں، بہت شخصوں نے بیان کیا کہ کتابیں سناتے سناتے اِصلاح ہوگئی۔ کیا اللہ و رسول کا نام کھٹائی سے بھی کم ہے کھٹائی کا تو منہ میں اَثر ہو کہ منہ میں پانی بھر آئے اور اللہ کے رسول ﷺ کے نام کا اَثر نہ ہو ؟(حقوق الزوجین ص ۲۳۱)

لڑکیوں کو مرد کے تعلیم دینے کی صورت میں ضروری ہدایات :

اگر گھر کا مرد تعلیم دے تو جو مسائل شرمناک ہوں اُن کو چھوڑ دے یا اپنی بیوی کے ذریعہ سمجھوا دے، اور اگر یہ اِنتظام بھی نہ ہو سکے تو اُن پر نشان لگا دے تاکہ یہ مقامات اُن کو محفوظ رہیں پھر وہ سیانی ہو کر خود ہی سمجھ لیں گی یا اگر عالم شوہر میسر ہو تو اُس سے پوچھ لیں گی یا شوہر کے ذریعہ سے کسی عالم سے تحقیق کرالیں گی۔(اِصلاحِ اِنقلاب ص ۲۷۲)۔

لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم کے طریقے اور ضروری ہدایات :

☆ تعلیم باقاعدہ ہونی چاہیے اِس کا طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کو وہ کتابیں پڑھائیے جن میں اُن کی دینی ضروریات لکھی گئی ہیں اُن کو سبقاً سبقاً پڑھائیے اُن کے ہاتھ میں کتاب دے کر بے فکر نہ ہوجائیے۔

☆ عورتیں اَکثر کم فہم اور کج فہم ہوتی ہیں یا تو کتاب کے مطلب کو نہیں سمجھیں گی یا کچھ کا کچھ سمجھ لیں گی اِس لیے اِس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کرکے گھر کا کوئی مرد بیبیوں کو اَکٹھا کرکے وہ کتابیں پڑھایا کرے یا اگر وہ نہ پڑھ سکتی ہوں تو اُن کو سنایا کرے مگر تعلیم کی غرض وغایت پر نظر رہے صرف ورق گردانی نہ ہو۔

☆ جو مسئلے اُن کو پڑھائے جائیں یا سنائے جائیں اُن پر عمل کی نگرانی بھی کی جائے۔

☆ یہ بھی قاعدہ ہے کہ مسئلہ پڑھنے سے یاد نہیں رہتا بلکہ اُس کا کاربند (عمل پیرا) ہوجانے سے خوب ذہن نشین ہوجاتا ہے۔

اور اگر کوئی بی بی میسر ہو تو وہی کتاب لے کر دُوسری بیبیوں کو پڑھائیں یا سکھائیں، بہرحال کوئی صورت ہو مگر اِس سے غفلت نہ ہونی چاہیے، پانچ دس منٹ روزانہ وقت دینے سے کار برآری ہو سکتی ہے۔ (دعواتِ عبدیت، منازعۃ الھوی ج ۱۷ ص ۸۸)

☆ تعلیم کے ساتھ ایک کام اور بھی کرنا چاہیے وہ یہ کہ لڑکیاں کسی تعلیم کے خلاف عمل کریں تو اُن کو روکو بلکہ اُن کے خلاف عمل کرنے پر یوں کرو کہ جب کبھی غیبت کریں تو کتاب منگا کر اور وہ مضمون دِکھلا کر تنبیہ کرو، اگر اِس طرح سے عمل رہا تو اِنشاء اللہ ایسا پاکیزہ نشوونما ہوگا جس کا کچھ کہنا ہی نہیں۔ (حقوق الزوجین ص ۳۲۵)

☆ ایک بات کی اور ضرورت ہے کہ جو نصاب تجویز کیا جائے اُس نصاب کو ایک دفعہ ختم کرکے اُس کو کافی نہ سمجھیں اُس کو روز مرہ کا وظیفہ سمجھئے اور کچھ نہ سہی چار ہی ورق سہی دو ہی سہی جیسے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے ہیں اِسی طرح دو ورق اِس کے بھی پڑھ لیے یا سن لیے۔ اگر تمام عمر اِس میں لگا رہنا پڑے تب بھی ہمت کرنی چاہیے۔ (اَلتبلیغ ج ۷ ص ۱۷)

عورتیں بھی مصنف بن سکتی ہیں :

ایک لڑکی کی تصنیف کردہ کتاب میرے پاس آئی جس کو میں نے پڑھا تو وہ بہت نافع معلوم ہوئی اُس میں کوئی نقصان کی بات نہ تھی مگر آخر میں مصنفہ کا پورا نام اور پتہ لکھا ہوا تھا، فلاں محلّہ کی رہنے والی، میں حیران ہوا کہ اگر تصدیق کرتا ہوں تو پورا پتہ لکھنے کے لیے بھی سند ہو جائے گی کیونکہ نام اور پتہ وغیرہ سب لکھا ہوا ہے اور تصدیق نہیں کرتا تو سوال ہو سکتا ہے کہ اِس میں کون سی بات مضرت کی تھی جس کی وجہ سے تصدیق نہ کی، اِسی تردّد میں تھا کہ ایک ترکیب سمجھ میں آگئی وہ یہ کہ میں نے مصنفہ کا نام کاٹ دیا اور اِس کے بجائے لکھ دیا: راقمہ اللہ کی ایک بندی اور تقریظ میں لکھ دیا یہ کتاب نہایت عمدہ ہے اور سب سے زیادہ خوبی اِس میں یہ ہے کہ ایسی بی بی کی تصنیف کردہ ہے جو بڑی حیاءدار ہے کہ اُنہوں نے اپنا نام بھی اِس پر نہیں لکھا، یہ ترکیب نہایت اچھی رہی، اِس واسطے کہ اگر وہ میری تصدیق اپنی کتاب پر چھاپیں گی تو اپنا نام نہیں لکھ سکتیں اور اگر اپنا نام لکھیں گی تو میری تصدیق نہیں چھاپ سکتیں، چلو میرا پیچھا چھوٹا۔

عورتوں کو اَپنا نام و پتہ کسی مضمون یا رسالہ میں ظاہر نہیں کرنا چاہیے :

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عورتوں کو اپنی تصنیف پر نام لکھنے سے کیا مقصود ہوتا ہے۔ اگر ایک مفید مضمون دُوسری عورتوں کے کان تک پہنچانا ہے تو اِس کے لیے نام کی کیا ضرورت ہے، مضمون تو بغیر نام کے بھی پہنچ سکتا ہے پھر نام کیوں لکھا جاتا ہے۔

ایک آفت نازل ہوئی ہے کہ تعلیم یافتہ عورتیں اَخباروں میں مضامین دیتی ہیں اور اُن میں اپنا نام اور گلی اور مکان نمبر بھی ہوتا ہے، یہ شاید اِس واسطے کہ لوگوں کو اُن سے خط و کتابت میں میل ملاقات میں دِقت نہ ہو، نہ معلوم اُن کی غیرت کہاں اُڑ گئی اور خدا جانے اُن کے مردوں کی غیرت کہاں گئی، اُنہوں نے اِس کو کیوں کر گوارہ کر لیا یوں کہیے کہ طبیعتیں ہی مسخ ہو گئیں۔

عورت کے لیے تو کسی طرح بھی نام (و پتہ) لکھنا مناسب نہیں، عورت کو تو کوئی تعلق سوائے خاوند کے کسی سے بھی نہ رکھنا چاہیے۔ ✿ ✿ ✿

قسط : ۲۸

سیرت خُلفائے راشدین

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی ﴾

اَمیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفّان ذوالنّورینؓ

حضرت عثمانؓ کی شہادت :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بلحاظ اپنی مظلومیت اور مصیبت کے اور بلحاظ اُن نتائج اور فتن کے جو اِس شہادت سے پیش آئے، اِس اُمت میں سب سے پہلی اور بے نظیر شہادت ہے۔ مسلمان باہم متحد اور متفق تھے اور سب کی متفقہ قوت کفر اور شعائرِ کفر کے فنا کرنے میں صرف ہو رہی تھی اور برکاتِ نبوت موجود تھیں مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا تھا کہ وہ تمام برکات اِن سے لے لی گئیں اور باہم اِختلاف پیدا ہو گیا اور وہی تلوار جو کافروں کے قتل کے لیے تھی آپس میں چلنے لگی۔ اُس وقت سے آج تک پھر اَگلا سا اِتفاق اور اِتحاد مسلمانوں کو نصیب نہیں ہوا بلکہ روز بروز اِختلاف واِفتراق کا دائرہ وسیع ہی ہوتا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اُس شہادت کے نتائج رسولِ خدا ﷺ نے پہلے ہی بیان فرمادیے تھے جن اَحادیث میں یہ پیشنگوئیاں ہیں وہ تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گئی ہیں جن میں سے چند روایات حسبِ ذیل ہیں :

(۱) عشرہ مبشرہ والی حدیث میں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور حدیث کی دُوسری کتابوں میں بھی صاف منقول ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو آپ نے فرمایا کہ اُن کو خوشخبری جنت کی سناؤ اُس مصیبت پر جو اِن کو پہنچے گی۔

(۲) حضرت اِبن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر

فرمایا اور حضرت عثمان کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا کہ اُس فتنے میں ظلماً قتل کیے جائیں گے۔(ترمذی)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے عثمان ! اللہ تم کو ایک قمیص پہنائے گا اگر لوگ اُس کو اُتانا چاہیں تو تم نہ اُتارنا۔(ترمذی)

(۴) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے ایک فتنے کا ذکر کر کے ایک نقاب پوش آدمی کی طرف اِشارہ کیا اور فرمایا یہ شخص اُس دِن ہدایت پر ہوگا، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، میں اِن کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لے گیا کہ آپ ﷺ نے اِن ہی کے متعلق فرمایا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا : ہاں۔(اِبن ماجہ)

(۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا قسم اُس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم اپنے اِمام کو قتل کرو گے اور آپس میں خونریزی کرو گے اور دُنیا کے وارث بدترین لوگ رہ جائیں گے۔(ترمذی)

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ اِسلام کی چکی ۳۵ سال کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی۔(مستدرک حاکم) حضرت عثمانؓ کی شہادت ٹھیک ۳۵ھ میں ہوئی۔

(۷) حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا خدا کی تلوار میان میں رہے گی جب تک کہ عثمانؓ زندہ ہیں اور جس وقت عثمانؓ شہید کر دیے جائیں گے وہ تلوار میان سے نکالی جائے گی اور پھر قیامت تک میان میں نہ جا سکے گی۔(تاریخ الخلفاء)

اَلمختصر اِس مضمون کی روایات بہت ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو ایک طویل بیان کو چاہتا ہے مگر خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خلافت کے آخری دِنوں میں کچھ لوگوں کو آپ سے اِختلاف پیدا ہوا اور اِختلاف بڑھتے بڑھتے اِس حد تک پہنچا کہ بغاوت رُونما ہوئی اور باغیوں نے آپ کا محاصرہ کیا، آپ پر پانی بند کیا اور اِس طرح مظلومیت کے ساتھ آپ کو شہید کر دیا۔

اِبتداء یوں ہوئی کہ رسولِ خدا ﷺ کی اَنگشتری مبارک جو حضور ﷺ کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہی اور اُن کے بعد حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، اُن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی، ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اَریس نامی کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے اور اَنگوٹھی ہاتھ میں تھی، ہاتھ سے اُس کنویں میں گر پڑی، تین روز تک وہ اَنگوٹھی تلاش کی گئی، تمام پانی کنویں کا نکالا گیا اُس کی بالو دیکھی گئی، کہیں اَنگوٹھی کا پتہ نہ ملا، اِس انگوٹھی کا گم ہونا تھا کہ سارا نظام درہم برہم ہوگیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینیاں شروع ہوگئیں۔

سب سے بڑا اِعتراض آپ پر یہ تھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کر رکھا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ فعل آپ کا سیرت شیخین کے خلاف تھا اور نتیجہ بھی اِس کا اچھا نہیں نکلا لیکن شرعی طور پر اِس فعل کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا، اِسی قسم کے اور اِعتراضات بھی آپ پر کیے گئے مگر کوئی بھی اِعتراض ایسا نہ تھا جو شرعی طور پر قابلِ گرفت ہو سکے۔

تفصیلی جوابات جو اُن اِعتراضوں کے ہیں اِزالۃ الخفاء میں مذکور ہیں۔ اور سیدھی بات یہ ہے کہ ایک صحابیٔ رسول جو مہاجرین کی جماعت میں سے ہو، جس کی تعریف قرآن شریف میں ہے، جس کو رسولِ خدا ﷺ نے متعدد بار جنت کی بشارت دی ہو، جس کے لیے فرمایا کہ یہ ظلماً شہید ہوگا اور یہ اُس دِن حق پر ہوگا، اُس کے لیے یہ ذرا ذرا سی باتیں جو کسی طرح شرعًا عدمِ جواز کی حد میں نہیں آتیں ہرگز قابلِ گرفت نہیں ہو سکتیں۔

بہرکیف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اِعتراضات شروع ہوگئے۔ اِسی سلسلے میں حاکمِ مصر عبداللہ بن اَبی سرح کی شکایت آئی کہ وہ بہت ظلم کرتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس کو ایک فرمان تہدید آمیز بھیجا مگر اُنہوں نے بجائے اِس کے کہ اُس فرمان پر عمل کرتے، اُن شکایات کرنے والوں کو پیٹا یہاں تک کہ اُن میں ایک آدمی مر بھی گیا، پھر تو سات سو آدمی مصر سے آئے اور مسجدِ نبوی میں صحابہ کرام سے اُنہوں نے اپنے مظالم کی داستان بیان کی۔ حضرت طلحہ، حضرت علی، اُم المومنین حضرت عائشہ نے حضرت عثمان سے اُن کے متعلق بہت کچھ کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر

عبداللہ بن اَبی سرح کو حکومتِ مصر سے معزول کردیا اور اہلِ مصر سے دریافت کیا کہ تم کس کو اَپنا حاکم پسند کرتے ہو، سب نے محمد بن اَبی بکر رضی اللہ عنہ کو تجویز کیا۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کے لیے فرمان لکھ دیا اور مہاجرینؓ واَنصارؓ کی ایک جماعت کو اُن کے ساتھ کیا کہ مصر پہنچ کر عبداللہ بن اَبی سرح کے معاملے میں تحقیقات کریں۔ یہ سب لوگ بجانب بصرہ روانہ ہوگئے، تین منزل طے کر چکے تھے چوتھی منزل میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشی غلام ایک اُونٹ پر سوار چلا آرہا ہے اور اُس کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی بھاگا ہوا ہو یا کسی کی تلاش میں ہو، اُن لوگوں نے اُس غلام سے پوچھا کہ تو کہاں جارہا ہے؟ اُس نے کہا کہ اَمیر المومنین نے مجھے حاکم ِمصر کے پاس بھیجا ہے۔ لوگوں نے کہا، حاکمِ مصر محمد بن اَبی بکر یہاں موجود ہیں۔ اُس نے کہا، میں اُن کے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں، یہ سن کر محمد بن اَبی بکر نے اُس کو گرفتار کرلیا۔ اُس سے پوچھا کہ تو کس کا غلام ہے تو کبھی وہ کہتا تھا کہ اَمیر المومنین کا غلام ہوں اور کبھی کہتا تھا کہ مروان کا غلام ہوں، اُس سے دریافت کیا گیا تیرے پاس کوئی تحریر ہے تو اُس نے اِنکار کیا مگر تلاشی لی گئی تو ایک خط اُس کے پاس سے برآمد ہوا، وہ خط کھولا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن اَبی سرح کے نام یہ مضمون تھا کہ

> ''محمد بن اَبی بکر اور اُن کے ساتھ جو لوگ آرہے ہیں اُن کو حیلے سے قتل کرو اور جو تحریر میری اُن کے پاس ہے اُس پر عمل نہ کرو، بدستور تم حکومتِ مصر پر قائم رہو، اور جو لوگ میرے پاس تمہاری شکایات لے کر آنا چاہیں اُن کو میرے پاس مت آنے دو اور میرے حکمِ ثانی کا اِنتظار کرو۔''

اِس خط کو دیکھ کر محمد بن اَبی بکرؓ اور اُن کے ساتھیوں کے غیظ و غضب کی کچھ اِنتہا نہ رہی، سب لوگ مدینہ واپس آگئے اور حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ اور تمام صحابہ کرام کو جمع کر کے وہ خط سب کے سامنے پیش کیا۔ اُس خط کو دیکھ کو سب کو نہایت رنج ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھ صحابۂ کرام اُس خط کو مع اُس غلام اور اُس اُونٹ کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا کہ یہ غلام آپ کا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ! پوچھا یہ اُونٹ آپ کا ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ! پوچھا اِس خط پر یہ مہر آپ کی ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ! پھر خط پڑھ کر سنایا کہ یہ مضمون آپ نے لکھوایا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ نہیں۔

تمام صحابۂ کرام نے اِن کی قسم پر یقین کیا اور فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے۔ خط پہچانا گیا تو معلوم ہوا کہ مروان کا لکھا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالے کیجیے تا کہ ہم اِس معاملہ کی تحقیقات کریں۔ صحابۂ کرام کے علاوہ دُوسرے لوگوں نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہمارا دِل صاف نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ مروان کو ہمارے حوالے نہ کردیں۔ اگر فی الواقع یہ فعل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے تو ہم اُن کو معزول کردیں گے اور اگر مروان کا ہے تو اُس کے لیے جو فیصلہ سب کا ہوگا، کیا جائے گا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کے دینے سے اِنکار کردیا۔ مروان اُن کا قریبی رشتہ دار تھا، اُن کی مروت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ مروان کو اپنے اِختیار سے ایذاء پہنچائیں۔ غالبًا وہ اُس کے بعد مناسب تدبیر سے مروان کو علیحدہ کردیتے مگر صحابۂ کرام تو جا کر اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور اہلِ مصر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور اُن پر پانی بند کردیا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو ایک مرتبہ اُنہوں نے تھوڑا سا پانی بھیجا جو بمشکلِ تمام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچا اور کئی آدمی پانی لے جانے کی وجہ سے زخمی ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے تھے کہ مروان کو ہمارے حوالے کردیا جائے لیکن حضرت عثمانؓ کا قتل کرنا اُس کو ہم کسی طرح گوارہ نہیں کرسکتے اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ تم دونوں تلوا لے کر عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کھڑے رہو، کسی کو اَندر نہ جانے دو۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور چند دُوسرے صحابہ کرام نے بھی اپنے صاحبزادوں کو حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ بلوائیوں نے تیر اَندازی شروع کی، ایک تیر تو مروان کے لگا، باقی تیر حفاظت کرنے والوں کے لگے۔

حضرت اِمام حسنؓ خون میں نہا گئے۔ محمد بن طلحہؓ بھی زخمی ہوئے، حضرت علیؓ کے غلام قنبرؓ کے بھی زخم لگا۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں سے محمد بن اَبی بکرؓ نے کہا یہ بات اچھی نہ ہوئی اَندیشہ ہے کہ بنی ہاشم ہمارے

مقابلہ پر آجائیں گے لہٰذا اَب جلدی سے میرے ساتھ چلے آؤ، پشت کی دیوار سے پھاند چلیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کردیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ دو شخص اُن کے ہمراہ پشت کی دیوار سے مکان کے اَندر پھاندے، سب سے پہلے محمد بن اَبی بکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ کی ریش مبارک پکڑ لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے محمد ! اگر تمہارے والد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تم کو میرے ساتھ یہ برتاؤ کرتے ہوئے دیکھتے تو خدا کی قسم اُن کو بڑا رنج ہوتا۔ یہ سن کر محمد بن اَبی بکر کے ہاتھوں میں لرزہ پڑ گیا اور فوراً وہ پیچھے ہٹ گئے مگر وہ دونوں شخص جو اُن کے ساتھ تھے اُنہوں نے اَمیر المومنین کو ذبح کردیا۔ اُن کی بی بی صاحبہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے بہت شور کیا مگر اُن کی آواز باہر تک نہ جا سکی۔ آخر کوٹھے پر چڑھ کر اُنہوں نے آواز دی کہ اے لوگو ! اَمیر المومنین شہید ہو گئے۔

یہ سن کر لوگ اَندر گئے تو دیکھا کہ آپ شہید ہو گئے اور قاتل پشت کی دیوار سے پھاند کر بھاگ گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور اپنے دونوں صاحبزادوں کو مارا کہ تم دونوں دروازے پر کھڑے رہے اور اَمیر المومنین شہید ہو گئے۔ حسنین رضی اللہ عنہم نے کہا ہم کیا کر سکتے تھے، قاتل دروازے سے نہیں گئے بلکہ مکان کی پشت سے گھر کے اَندر داخل ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اُس وقت تلاوتِ قرآن میں مشغول تھے، اُن کا خون جو بہا تو قرانِ مجید کی اِس آیت پر گرا ﴿ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾

وہ قرآنِ مجید اَب تک مدینہ منورہ میں موجود ہے، سلاطینِ عثمانیہ پر جب کوئی ایسی ہی مصیبت آتی تھی تو وہ قرآنِ مجید نکال کر پڑھا جاتا تھا اور اِس کی برکت سے وہ مصیبت دفع ہو جاتی تھی۔

شہادت سے کچھ پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بالا خانے پر تشریف لائے اور چند صحابہ کرام کو آپ نے پکارا، وہ لوگ بلا دیے گئے۔ آپ نے بطورِ اتمامِ حجت کے چند اَحادیث رسولِ خدا ﷺ کی جو آپ کے فضائل کے متعلق تھیں پڑھیں اور صحابہ کرام سے پوچھا کہ یہ حدیثیں رسولِ خدا ﷺ سے آپ لوگوں نے بھی سنی ہیں یا نہیں ؟ سب نے تصدیق کی۔ اِس کے بعد اَنصار رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اَمیر المومنین

آپ کی مظلومیت اَب اِنتہا کو پہنچ گئی، ہم سے نہیں دیکھی جاتی اگر آپ حکم دیں تو اُن باغیوں کو ہم اَبھی تہ تیغ کر دیں۔ آپ نے فرمایا میں اِس کو پسند نہیں کرتا کہ میرے حکم سے کسی لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کا خون بہایا جائے۔ لوگوں نے کہا کہ پھر آپ خلافت سے دست بردار ہو جایئے۔ آپ نے فرمایا میں یہ بھی نہیں کرسکتا اِس لیے کہ رسولِ خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے عثمان ! اللہ تم کو ایک قمیص پہنائے گا لوگ اُسے اُتارنا چاہیں گے اگر تم نے لوگوں کے کہنے سے اُتار دیا تو جنت کی خوشبو تم کو نصیب نہ ہوگی۔ لہٰذا میں اِس پر قائم رہوں گا۔ لوگوں نے کہا پھر اِس ظلم سے آپ کو کیسے نجات ملے ؟ آپ نے فرمایا اَب نجات کا وقت قریب ہے آج میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں :

'' اے عثمان ! آج اِفطار ہمارے ساتھ کرنا ''

چنانچہ آج میں نے روزہ رکھا ہے اور اِنشاء اللہ تعالیٰ اِفطار کے وقت رسولِ خدا ﷺ کے پاس پہنچ جاؤں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے بعد وہ لوگ دوڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ہم آپ کو خلیفہ بناتے ہیں، آپ ہم سے بیعت لیجئے۔ آپ نے فرمایا، یہ کام تمہارا نہیں ہے اہلِ بدر جس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے وہ خلیفہ ہوگا چنانچہ وہ لوگ اَصحابِ بدر کو بلا لائے، سب نے بالاتفاق کہا کہ اَب آپ سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ابھی دفن بھی نہیں ہوئے ہیں کہ میں بیعت لے لوں۔

آپ کے اِس فرمانے سے لوگوں نے دفن کی اِجازت دی اُس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت شروع ہوئی۔ اَکثر صحابہ کرام نے بر رضا و رغبت بیعت کی مگر بعض صحابہ کرامؓ پر اُن بلوائیوں نے زور ڈالا کہ جلدی بیعت کرو ورنہ ہم تم کو بھی ختم کر دیں گے۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہوتے ہی پوری اُمت کو فتنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور عجیب عجیب واقعات رونما ہوئے۔ (جاری ہے)

قسط : ۴

فرقہ واریت کیا ہے، کیوں ہے اور سدِّ باب کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا منیر اَحمد صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ اِسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا ﴾

تاریخی شہادت :

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب برصغیر میں فرنگی حکومت کے خلاف تحریکِ آزادی چلی تو مسلمانوں کی قوت کو منتشر کرنے کے لیے عیار حکومت نے کچھ ضمیر فروش غدار اَفراد تلاش کیے، تلاش کرکے اپنے اِن زَرخرید غلاموں کے ذریعے جہاں مختلف مقاصد کی تکمیل کی وہاں مذہبی فرقہ واریت بھی پیدا کی، فرقہ واریت پیدا کرکے اِس کو قانونی تحفظ دیا، طریقہ یہ اِختیار کیا کہ پہلے حکومت کی جانب سے آزادیٔ مذہب کا ایک اِشتہار'' آزادیٔ مذہب'' شائع کیا گیا یعنی کسی ایک مذہب کی پابندی لازم نہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ جدید محققین برساتی مینڈکوں کی طرح نکل آئے، اُنہوں نے کتاب وسنت کی نئی نئی تحقیقات وتشریحات کرکے کئی نئے مذاہب نکال لیے۔ دین میں تحریف اور فرقہ واریت کے اِس فتنہ کو روکنے کے لیے علماءِ حقہ بھی اِن کا تعاقب کرنے پر مجبور ہو گئے چنانچہ مسلمانوں کو متحد رکھنے کے لیے اور فرقہ واریت کے جال سے بچانے کے لیے اہلِ حق تقریر وتحریر کے ذریعے کتاب وسنت کی متواتر تحقیق وتشریح کے مطابق دین کا تحفظ کرتے رہے اور اُن کے باطل مذاہب اور فرقہ واریت و فرقہ وارانہ نظریات کی حتی المقدور بیخ کنی کرتے رہے لیکن فرقہ واریت کو قانونی تحفظ حاصل ہونے کی وجہ سے فرقہ واریت کے یہ کردار اَنگریز سرکار کی طرف سے اِنعامات حاصل کرتے اور خطابات پاتے، اِن کو روشن دماغ، جدید محققین، جدید مفکرین، تعلیم یافتہ کے نام سے مشہور کیا جاتا جبکہ اِتحاد کے علمبردار، وحدتِ اُمت کے داعی علماءِ حق کو باغی و غدار قرار دیا جاتا۔ فرقہ واریت پھیلانے اور فرقہ وارانہ تقریر کے اِلزام اور ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا چنانچہ اِس اِشتہار آزادیٔ مذہب کا تذکرہ کرتے

ہوئے غیر مقلد محدث ''نواب صدیق خان'' لکھتے ہیں :

''اور یہ لوگ (یعنی اہلِ حدیث) اپنے دین میں وہی آزادگی برتتے ہیں جس کا اِشتہار بار بار اَنگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے خصوصاً دربارِ دہلی میں جو سب درباروں کا سردار ہے جو رسائل و مسائل ردِّ تقلید و تقلید مذہب میں اَب تک تالیف ہوئے وہ شاہدِ عدل ہیں اِس بات پر کہ مدعی اِس طریقہ کے قیدِ مذہبِ خاص سے آزاد ہیں اور جس قدر رسائل بجواب اِن مسائل کے مقلدانِ مذہب کی طرف سے لکھے گئے ہیں وہ سب بہ آوازِ بلند پکارتے ہیں کہ ہم (یعنی مقلدین) مذہبِ خاص کے مقید و مقلد ہیں، ہم پر پیروی فلاں و ہما فرض و واجب ہے آزادگی سے کچھ واسطہ نہیں، یہ آزادگی سرکار برٹش کو یا اُن کو جو اُس حکومت میں اِظہار اپنی آزادگی مذہبِ خاص کا کرتے ہیں مبارک رہے، اَب تامل کرنا چاہیے کہ دُشمن سرکار کا وہ ہوگا جو کسی قید (مذہب) میں اَسیر ہے یا وہ ہوگا جو آزاد و فقیر ہے۔'' (ترجمانِ وہابیہ ص ۳۲)

دُوسری جگہ لکھتے ہیں :

''اگر کوئی بدخواہ و بداَندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہبِ خاص پر جو باپ دادوں کے وقت سے چلا آتا ہے، جما ہوا ہے۔'' (ترجمانِ وہابیہ ص ۵)

بس اَنگریز نے جو مسلمانوں میں ذہنی آوارگی پیدا کی اور متواتر کتاب وسنت کی تحقیق کو باپ دادا کا دین کہہ کر چھڑا دیا، یہ ہے فرقہ واریت کا اَصل سبب۔ (جاری ہے)

قسط : ۴

اِسلامی معاشرت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

کفائت کا خیال :

ب : حسن معاشرت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اُن میں رتبہ اور عزت وغیرہ میں یکسانیت پائی جائے، عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر زوجین ہم رُتبہ یا ماحول کے اِعتبار سے ہم آہنگ نہیں ہیں تو اُن میں اُنس ومحبت کا فقدان پایا جاتا ہے اِسی وجہ سے شریعت نے ''کفائت'' کا لحاظ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم اَولاد میں خاندانی خصوصیات اور اَخلاق وشمائل برقرار رکھنے کا ذریعہ بھی ہے۔ آنحضرت نے اِرشاد فرمایا : کفو میں شادی بیاہ کرو اور اپنے نطفوں کو اُنہیں میں رکھو۔ (دارِ قطنی ۲/۴۱۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : میں حسب نسب والی عورتوں کو صرف اُن کے ہم مثلوں میں شادی کرنے کا حکم دُوں گا اور اِس کے خلاف سے روکوں گا۔ (دارِ قطنی ۲/۴۱۵)

حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ کفو دینداری، عزت ومنصب اور مال میں دیکھا جائے، سفیان ثوریؒ اور اِبن اَبی لیلیٰؒ بھی اِس قسم کے الفاظ اِرشاد فرماتے تھے (دارِ قطنی ۲/۲۱۶) اور کتب فقہ میں صراحت کی گئی ہے کہ کفائت میں صرف مرد کی جانب کا اِعتبار کیا جائے گا اور چھ اَسباب ووجوہات پیش نظر رکھی جائیں گی۔ (۱) اِسلام (۲) آزادی (۳) دینداری (۴) حسب ونسب (۵) صنعت وحرفت (۶) مال ودولت۔ (دُرمختار ۳/۶۸)

لیکن یہ واضح رہے کہ شریعت میں کفائت ایک اِنتظامی حکم ہے، اِس کا اَصل مقصد اور منشاء زوجین میں ہم آہنگی کے مواقع فراہم کرنا ہے، اِس میں ضرورت سے زیادہ شدت اور تعصب جیسا کہ آج کل رواج ہوگیا ہے وہ بے اَصل ہے، اِس سے اِجتناب کرنا چاہیے اور مسلمان برادریوں کے درمیان تحقیر وتنقیص کا سلسلہ بالکل بند ہونا چاہیے۔

جبریہ شادی کی ممانعت :

ج : زوجین کی رضا مندی اور طبعی رُجحان کے مطابق شادی کی جائے، زبردستی اُن پر شادی کا فیصلہ نہ تھوپا جائے، جہاں اِس اَمر کا خیال نہیں رکھا جاتا اُن میں جلد ہی جدائی اور اِفتراق کی نوبت آجاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ''کہ جس سے نکاح کا اِرادہ ہو پہلے اُسے ایک نظر دیکھ لو کہ یہ اَزدیادِ محبت کا سبب ہوگا۔ (مشکوة ۲۶۹/۳)

اور بالغ ہوجانے کے بعد لڑکے اور لڑکی سے نکاح کی اِجازت لینا ضروری قرار دیا گیا ہے، اگر والدین کو اَندازہ ہوجائے کہ لڑکا لڑکی کے درمیان نکاح کا رُجحان پایا جاتا ہے اور وہ رشتہ کسی درجہ میں بھی قابلِ قبول ہو تو پھر والدین کو ضد نہیں کرنی چاہیے بلکہ لڑکا لڑکی کی رائے کو قبول کر لینا چاہیے، ورنہ بڑے فتنے پیدا ہونے کا اَندیشہ رہتا ہے۔

نیز زوجین کی عمروں کا بھی لحاظ رکھا جائے، خاص کر نابالغی کی حالت میں نکاح نہ کیا جائے کیونکہ اِس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوجاتے ہیں۔ (اِصلاحِ اِنقلاب اُمت ۴۳/۲)

د : بہتر ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کیا جائے جس کے ناز نخرے اور مطالبات کم سے کم ہوں اور وہ اچھے اَخلاق اور بہتر آداب کی حامل ہو۔ یہ صفات عموماً کنواری لڑکیوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ ''کنواری عورتوں سے نکاح کرو اِس لیے کہ وہ میٹھے منہ والی، صاف رحم والی اور کم مال پر بھی راضی ہونے والی ہیں۔ (مشکوة شریف ۲۶۸/۲)

لیکن اگر ضرورت ہو تو مطلقہ اور بیوہ عورتوں سے بھی شادی کر لینی چاہیے بلکہ بعض اَوقات اُن سے نکاح کرنا زیادہ باعث اَجر و ثواب ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

قسط : ۴

اربعین حدیثا فی فضل سورة الاخلاص

فضائل سورۂ اِخلاص

﴿ الشیخ محمد یوسف بن عبداللہ الارمیونیؒ ، مترجم مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب ﴾

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۹۱۱ھ) کے شاگرد حضرت علامہ یوسف بن عبداللہ بن سعید الحسینی الارمیونی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۹۵۸ھ) کی تصنیف ''اربعین حدیثا فی فضل سُورة الاخلاص'' جو سورۂ اِخلاص کی فضیلت پر چالیس اَحادیث نبویہ پر مشتمل ہے ، اِس کا اُردو ترجمہ جامعہ مدنیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ھ) کے فرزندِ اَرجمند حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب نے کیا ہے جس کی اِفادیت کے پیش نظر اِسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (اِدارہ)

گناہوں کا کفارہ :

(۱۷) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ''مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ خَمْسِیْنَ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ذُنُوْبَہٗ. (سُنن دارمی ج ۲ ص ۴۶۱)

''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس کسی نے (سورۂ) ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پڑھی تو اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔''

(۱۸) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسِیْنَ مَرَّةً نُوْدِیَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ قَبْرِہٖ قُمْ یَا مَادِحَ اللّٰہِ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ . (معجم الطبرانی الصغیر ۱۳۰/۲ ، مجمع الزوائد ۲۴۶/۷)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو شخص روزانہ (سورۂ) ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ پچاس مرتبہ پڑھے گا تو قیامت کے روز اُسے آواز دی جائے گی اے اللہ کے مدح کرنے والے ! کھڑا ہو اور جنت میں داخل ہو جا۔''

سو بار روزانہ پڑھنے کی فضیلت :

(۱۹) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ مِأَۃَ مَرَّۃٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ خَطِیْئَتَہٗ خَمْسِیْنَ عَامًا مَا اجْتَنَبَ خِصَالاً اَرْبَعًا اَلدِّمَاءُ وَالْاَمْوَالُ، وَالْفُرُوْجُ وَالْاَشْرِبَۃُ. (شعب الایمان للبیہقی حدیث ۲۳۱۸)

''حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس نے (سورۂ) ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ کو سو مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرمادیں گے بشرطیکہ وہ چار گناہوں سے بچتا رہے یعنی (۱) قتل سے (۲) چوری سے (۳) زِنا سے (۴) شراب نوشی سے۔''

(۲۰) عَنْ فَیْرُوْزَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ مِأَۃَ مَرَّۃٍ فِی الصَّلٰوۃِ اَوْ غَیْرِھَا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بَرَاءَ ۃً مِّنَ النَّارِ .

(طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۳۳۱ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۴۵)

''فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس شخص نے نماز میں یا نماز کے علاوہ سو مرتبہ (سورۂ) ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم سے بری ہونے کا پروانہ لکھ دیں گے۔''

شبِ جمعہ میں پڑھنے کی فضیلت :

(۲۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ فَقَدْ اَدّٰی مِنْ حَقِّ الْجُمُعَۃِ اَدَّتْ حَمَلَۃَ الْعَرْشِ مِنْ حَقِّ الْعَرْشِ . (ابو نُعیم فی فضائلھا)

''حضرت اِبن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس شخص نے شب ِجمعہ (سورۂ) ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ کو سو مرتبہ پڑھا تو اُس نے جمعہ کا ایسا حق اَدا کر دیا جیسا کہ حاملین عرش نے عرشِ اِلٰہی کے اُٹھانے کا حق اَدا کیا۔''

(۲۲) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ عَلٰی طَھَارَۃٍ ، کَطُھُوْرِہٖ لِلصَّلٰوۃِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ یَبْدَأُ بِالْفَاتِحَۃِ اَیْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَرَفَعَ لَہٗ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَبَنٰی لَہٗ مِائَۃَ قَصْرٍ فِی الْجَنَّۃِ . (شعب الایمان للبیھقی حدیث نمر ۲۳۱۸)

''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس کسی نے باوضو سو مرتبہ (سورۂ) ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ کو پڑھا اِس طرح سے کہ اِبتداء سورۂ فاتحہ سے کی تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ہر حرف کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھیں گے اور دس درجات بلند کریں گے اور جنت میں سو محل اُس کے لیے تعمیر کریں گے۔''

(۲۳) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنَامَ عَلٰی فِرَاشِہٖ فَنَامَ عَلٰی یَمِیْنِہٖ ثُمَّ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ مِأَۃَ مَرَّۃٍ فَاِنَّہٗ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ یَقُوْلُ الرَّبُّ یَا عَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلٰی یَمِیْنِکَ الْجَنَّۃَ .

(سُنن الترمذی رقم الحدیث ۲۸۹۸ ، بیھقی فی الشعب رقم الحدیث ۲۳۱۷)

''حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو شخص اپنے بستر پر سونے کے لیے دائیں کروٹ پر لیٹا پھر سو مرتبہ (سورۂ) ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴾ پڑھی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے کہیں گے اے میرے بندے! اپنے دائیں طرف والی جنت میں داخل ہو جا۔''

(جاری ہے)

رمضان المبارک کے عشرۂ اَخیرہ کے اَحکام

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق اِلٰہی صاحب بلند شہریؒ ﴾

رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کیا جائے :

وَعَنْ عَائِشَةَؓ : قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِیْزَرَہٗ وَاَحْیٰ لَیْلَہٗ وَاَیْقَظَ اَھْلَہٗ. (رواہ البخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۱۸۲)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ روایت فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضورِ اَقدس ﷺ اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لیے) جگاتے تھے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ محبوب رب العالمین ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں کے اَندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے اِس کے علاوہ دُوسرے اَیام میں اِتنی محنت نہ کرتے تھے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ ﷺ تہبند کس لیتے تھے۔ علماء نے اِس کے دو مطلب بتائے ہیں: ایک یہ کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں کو جاگتے تھے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اُردو کے محاورے میں محنت کا کام بتانے کے لیے بولا جاتا ہے کہ ''خوب کمر کس لو'' اور دُوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے کا یہ بتایا کہ رات کو بیبیوں کے پاس لیٹنے سے دُور رہتے تھے کیونکہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اِعتکاف بھی ہوتا تھا اِس لیے رمضان کے آخری عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلق کا موقع نہیں لگتا تھا۔ حدیث کے آخر میں جو وَاَیْقَظَ اَھْلَہٗ فرمایا اِس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں حضور ﷺ خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور رات بھر جاگتے رہتے تھے اور گھر والوں کو بھی اِس مقصد کے لیے جگاتے تھے۔

بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو، موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو، اَجر و ثواب کے لینے کا لالچ ہو، وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا پھر جو اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے اہل و عیال کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے۔

حضور اَقدس ﷺ خود راتوں کو نمازوں میں اِتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے پھر رمضان کے اَندر خصوصًا اَخیر عشرہ میں اور زیادہ عبادت بڑھا دیتے تھے کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر اَخیر عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے۔ آپ ﷺ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگیں لہٰذا اَخیر عشرہ کی راتوں میں اُن کو بھی جگاتے تھے۔ بہت سے لوگ خود تو بہت بڑی عبادت کرتے ہیں لیکن بال بچوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں، یہ لوگ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے اگر بال بچوں کو ہمیشہ دین پر ڈالنے اور عبادت میں لگانے کی کوشش کی جاتی رہے اور اُن کو ہمیشہ فرائض کا پابند رکھا جائے تو رمضان میں نفلوں کے لیے اُٹھانے اور شبِ قدر میں جگانے کی بھی ہمت ہو، جب بال بچوں کا ذہن دینی نہیں بنایا تو اُن کے سامنے شب بیداری کی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنی محبت عطا فرمائے اور عبادت کی لگن اور ذکر کے ذوق سے نوازے۔

شبِ قدر کی فضیلت :

رمضان المبارک کا پورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے پھر اِس ماہ میں اَخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے۔ اِس عشرہ میں شبِ قدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہے، قرآنِ مجید میں اِرشاد فرمایا ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ یعنی شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور چار مہینے ہوتے ہیں پھر شبِ قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا، ہزار مہینے سے شبِ قدر کس قدر بہتر ہے اِس کا علم اللہ ہی کو ہے مومن بندوں کے لیے شبِ قدر بہت ہی خیر و برکت کی چیز ہے۔ ایک رات جاگ کر عبادت کر لیں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب پالیں، اِس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے اِسی لیے تو حدیث شریف میں فرمایا :

مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حَرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ. (ابن ماجه)

''یعنی جو شخص شبِ قدر سے محروم رہا (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہوگیا اور شبِ قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔''

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اُس میں عبادت کر لینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بجھا کر عبادت کر لینا کوئی ایسی قابلِ ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو، تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا، جیسے کوئی ایک نیا پیسہ تجارت میں لگادے اور بیس کروڑ روپے پالے، اُس شخص کو ایسے بڑے نفع کا موقع مِلا پھر اُس نے توجہ نہ کی تو اُس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی اُمتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں، اِس اُمت کی عمر بہت سے بہت ۷۰، ۸۰ سال ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے یہ اِحسان فرمایا کہ اُن کو شبِ قدر عطا فرمادی اور ایک شبِ قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کردیا، محنت کم ہوئی وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی عمروں والی اُمتوں سے بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و اِنعام ہے کہ اِس اُمت کو سب سے زیادہ نوازا۔ یہ کیسی نالائقی ہے کہ اللہ کی بہت زیادہ نوازش اور داد و دہش ہو اور ہم غفلت میں پڑے سویا کریں۔ رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دو خصوصًا آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرو اور اِس میں بھی شبِ قدر میں جاگنے کی بہت زیادہ فکر کرو بچوں کو بھی ترغیب دو۔

شبِ قدر کی دُعا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ شبِ قدر میں کیا دُعا کروں تو آپ ﷺ نے یہ دُعا تعلیم فرمادی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّىْ

''اے اللہ ! اِس میں شک نہیں کہ تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادیجئے۔''

دیکھیے کیسی دُعا اِرشاد فرمائی، نہ زر مانگنے کو بتایا نہ زمین، نہ دھن نہ دولت، کیا مانگا جائے ؟ معافی ! بات اَصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے، وہاں اللہ کا کام معاف فرمانے سے چلے گا اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دُنیا کی ہر نعمت اور لذت اور دولت وثروت بیکار ہوگا، اَصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے۔ایک حدیث میں اِرشاد ہے :

مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ. (بخاری شریف)

''جو شخص لیلۃ القدر میں اِیمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا رہا اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اِسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو۔اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے کھڑا نہ ہو بلکہ اِخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے مشغولِ عبادت رہے۔بعض علماء نے فرمایا ''اِحْتِسَابًا'' کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کرکے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر بددِلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے کہ ثواب کا یقین اور اِعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اُتنا ہی عبادت میں مشقت برداشت کرنا سہل ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ اِلٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اُس کا اِنہماک ہوتا جاتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوجانا ضروری ہے کہ حدیثِ بالا اور اِس جیسی اَحادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔علماء کا اِجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔پس جہاں اَحادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی اِنسان سے بہت سرزد ہوتے ہیں۔عبادت کا ثواب بھی اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہوجائے کس قدر نفع عظیم ہے۔

شبِ قدر کی تاریخیں :

شبِ قدر کے بارے میں حدیثوں میں وارِد ہوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں

میں تلاش کرو لہٰذا رمضان کی ۲۱ ویں ۲۳ ویں ۲۵ ویں ۲۷ ویں ۲۹ ویں رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کا خاص اہتمام کریں، خصوصًا ۲۷ ویں شب کو ضرور جاگیں کیونکہ اِس دِن شب ِقدر ہونے کی زیادہ اُمید ہوتی ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دِن اِس لیے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب ِقدر کی اِطلاع فرمادیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہورہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ میں اِس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب ِقدر کی اِطلاع دُوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہورہا تھا جس کی وجہ سے اِس کی تعیین میرے ذہن سے اُٹھالی گئی کیا بعید ہے کہ یہ اُٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔

لڑائی جھگڑے کا اَثر :

اِس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اِس قدر برا عمل ہے کہ اِس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اَکرم ﷺ کے قلب ِمبارک سے شب ِقدر کی تعیین اُٹھالی یعنی کس رات شب ِقدر ہے مخصوص کر کے اُس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اُٹھالیا گیا۔ اگرچہ بعض وجوہ سے اِس میں بھی اُمت کا فائدہ ہوگیا، جیسا کہ اِنشاء اللہ ہم اَبھی ذکر کریں گے لیکن سبب آپس کا جھگڑا بن گیا جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمت کا پتہ چلا۔

شب ِقدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح :

علمائے کرام نے شب ِقدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کر کے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شب ِقدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں :

☆ اَوّل یہ ہے کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دُوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کردیتے اور صورتِ موجودہ میں اِس اِحتمال پر کہ شاید آج ہی شب ِقدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہوجاتی ہے۔

☆ دُوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کیے بغیر نہیں رہتے، تعیین کی صورت میں اگر

باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اَندیشہ ناک تھی۔

☆ تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں اَفسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا اور اَب رمضان کی چند راتیں میسر ہو ہی جاتی ہیں۔

☆ چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں اُن سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔

☆ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں، اِس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض اِحتمال پر رات رات جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اِن کے علاوہ اور بھی مصالح ہوسکتی ہیں ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اُس خاص رمضان المبارک میں تعیین بُھلا دی گئی ہو اور اُس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین چھوڑ دی گئی ہو۔ (واللہ تعالیٰ اَعلم)

رمضان کے آخری عشرہ میں اِعتکاف :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَالْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ. (رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اَقدس ﷺ رمضان کے آخری دس دِنوں میں اِعتکاف فرماتے تھے وفات ہونے تک آپ کا یہ معمول رہا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویاں اِعتکاف کرتی تھیں۔

(مشکوۃ شریف ص ۱۸۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

تشریح : رمضان المبارک کی ہر گھڑی اور منٹ وسیکنڈ کو غنیمت جاننا چاہیے جتنا ممکن ہو اِس ماہ میں نیک کام کرلو اور ثواب لوٹ لو پھر رمضان میں بھی آخری دس دِن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

رمضان کے آخری دس دِن (جن کو عشرۂ اَخیرہ کہا جاتا ہے) اِعتکاف بھی کیا جاتا ہے۔ حضور اَقدس ﷺ ہر سال اِن دنوں کا اِعتکاف فرماتے تھے اور آپ ﷺ کی بیویاں بھی اِعتکاف کرتی

تھیں، آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی بیبیوں نے اِعتکاف کا اہتمام کیا جیسا کہ اُوپر حدیث میں مذکور ہوا، یہ ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ زمانۂ نبوت کی عورتیں نیکیاں کمانے کی دُھن میں پیچھے نہ رہتی تھیں۔

اِعتکاف میں بہت بڑا فائدہ ہے اِس میں اِنسان یکسو ہو کر اپنے اللہ سے لو لگائے رہتا ہے اور چونکہ رمضان کی آخری دس راتوں میں کوئی نہ کوئی رات شب ِقدر بھی ہوتی ہے اِس لیے اِعتکاف کرنے والے کو عمومًا وہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

مرد ایسی مسجد میں اِعتکاف کریں جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو اور عورتیں اپنے گھر کی مسجد میں اِعتکاف کریں، اپنے گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر کر رکھی ہو اُن کے لیے وہی مسجد ہے عورتیں اُسی میں اِعتکاف کریں۔ رمضان کی بیسویں تاریخ کا سورج چھپنے سے پہلے عید کا چاند نظر آنے تک اِعتکاف کی نیت سے عورتوں کو گھر کی مسجد میں اور مردوں کو پانچ وقتہ نماز باجماعت والی مسجد میں جم کر رہنے کو اِعتکاف کہتے ہیں۔ جم کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عید کا چاند نظر آنے تک مسجد ہی کی حد میں رہے اَلبتہ پیشاب پاخانہ کے لیے وہاں سے چلے جانا درست ہے، اِعتکاف کرے تو ہر وقت مسجد میں رہے، وہیں سوئے وہیں کھائے، قرآن پڑھے، نفلیں پڑھے، تسبیحوں میں مشغول رہے، جہاں تک ممکن ہو راتوں کو جاگے اور عبادت کرے، خاص کر جن راتوں میں شب ِقدر کی اُمید ہو اُن راتوں میں شب بیداری کا اِہتمام کرے۔

مسئلہ : اِعتکاف میں میاں بیوی کے خاص تعلقات والے کام جائز نہیں ہیں، نہ رات میں نہ دِن میں۔

مسئلہ : یہ جو مشہور ہے کہ جو اِعتکاف میں ہو وہ کسی سے نہ بولے چالے، یہ غلط ہے بلکہ اِعتکاف میں بولنا چالنا، اچھی باتیں کرنا، کسی کو نیک بات بتا دینا اور برائی سے روک دینا، بال بچوں اور نوکروں و نوکرانیوں کو گھر کا کام کاج بتا دینا، یہ سب درست ہے اور عورت کے لیے اِس میں آسانی بھی ہے کہ اپنے گھر کی مسجد میں اِعتکاف کی نیت سے بیٹھی رہے اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے گھر کا کام کاج

بھی بتاتی رہے۔

مسئلہ : اگر اِعتکاف میں عورت کو ماہواری شروع ہو جائے تو اُس کا اِعتکاف وہیں ختم ہو گیا، رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اِعتکاف میں اگر ایسا ہو جائے تو کسی عالم سے مسائل معلوم کر کے قضا کر لیں۔

حضور اَکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اِعتکاف معتکف کو گناہوں سے روکتا ہے اور اُس کے لیے (اُن) سب نیکیوں کا ثواب (بھی) جاری رہتا ہے (جنہیں اِعتکاف کے باعث اَنجام دینے سے قاصر رہتا ہے۔(مشکوۃ شریف)

فائدہ : جس دِن صبح کو عید یا بقر عید ہو اُس رات کو بھی ذکر، عبادت اور نفل نماز سے زندہ رکھنے کی فضیلت آئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو عبادت کے ذریعہ زندہ رکھا اُس دِن اُس کا دِل مُردہ نہ ہوگا جس دِن (یعنی قیامت کے دِن) دِل مُردہ ہوں گے۔ (الترغیب والترہیب)

رمضان کے بعد دو اہم کام :

صدقہ فطر :

حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اَکرم ﷺ نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے مقرر فرمایا ہے۔(اَبوداؤد)

شش عید کے روزے :

فخرِ کونین ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اُس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (یعنی عید) کے مہینے میں رکھے تو پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا، اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو گویا اُس نے ساری عمر روزے رکھے۔(مسلم شریف)

حاصلِ مطالعہ

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

اِس میں اِختلاف ہے :

آج کل لوگوں کا مزاج بن گیا ہے کہ ہر بات میں اِختلاف کرتے ہیں چاہے واقع میں اِختلاف ہو یا نہ ہو اور چاہے اُنہیں اِس کا علم ہو یا نہ ہو، بسا اَوقات اِختلاف کی بات کر کے اپنی جہالت کو چھپاتے ہیں جس کا نتیجہ فساد و بگاڑ کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طالب علم جنہوں نے صحیح طرح علم حاصل نہیں کیا تھا اور چاہتے تھے کہ عوام میں اُن کا بھرم قائم رہے اُن کی حکایت بیان فرمائی ہے جو نہایت سبق آموز ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں :

> ''ایک طالب علم تھا کتابیں پڑھ کر اپنے گھر چلا اُستاذ سے پوچھا کہ حضرت یہ تو آپ جانتے ہیں کہ مجھے آتا جاتا خاک بھی نہیں مگر وہاں لوگ عالم سمجھ کے مسائل پوچھیں گے تو کیا کروں گا ؟ اُستاذ تھے بڑے ذہین اُنہوں نے کہا کہ ہر سوال کے جواب میں کہہ دیا کرنا کہ اِس میں اِختلاف ہے اور واقع میں کوئی مسئلہ مشکل سے ایسا ہوگا جس میں اِختلاف نہ ہو سوائے عقائد، توحید و رسالت وغیرہ کے، تو ہر بات کا یہی ایک جواب دے دینا کہ اِس میں اِختلاف ہے، اُنہوں نے ہر سوال کے جواب کے لیے یہ یاد کر لیا کہ اِس میں اِختلاف ہے، تھوڑے ہی دِنوں میں لوگوں میں اُن کی ہیبت بیٹھ گئی کہ بڑا عالِم متبحر ہے، بڑا وسیع النظر ہے مگر فَوْقَ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ .
> کوئی صاحب پرکھ گئے کہ اِس نے سب کو بنا رکھا ہے، آکر کہا مولانا مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے اُنہوں نے کہا فرمائیے، کہا کہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے ؟ کہنے لگے اِس میں اِختلاف ہے، بس آپ کی قلعی کھل گئی۔''
>
> (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص ۱۷۱)

دریں چہ شک :

ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہم کتنے ہی گنہگار کیوں نہ ہوں اور دُوسروں کے کتنے ہی حقوق ضائع کیوں نہ کررکھے ہوں ہر حال میں مطمئن ہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں وہاں کے محاسبہ کا کوئی ڈر نہیں بس ایک فقرہ یاد کررکھا ہے کہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے، اِس میں تو کوئی شک نہیں کہ اللہ بڑے غفور رحیم ہیں لیکن وہ جبار اور قہار بھی تو ہیں اُن کے غفور رحیم ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ گنہگار کو اُس کے کیے کی سزا نہیں دیں گے اور ضرور اُسے سزا دیے بغیر معاف کردیں گے، اللہ تعالیٰ نے اِس کی تو کوئی گارنٹی نہیں دی، ہوسکتا ہے کہ وہ کسی بھی وقت کسی حرکت پر گرفت فرمالیں اِس لیے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے محاسبہ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور صرف اِس آسرے پہ نہیں رہنا چاہیے کہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دُنیا میں اِس آسرے پر گناہ کرتے رہیں اور آخرت میں خسارا اُٹھانا پڑے، یاد رکھیں کہ اَعمال کے بغیر ''اللہ بڑا غفور رحیم ہے'' رَٹتے رہنا بالکل ایسے ہے جیسے

''ایک شخص نے اپنے طوطے کو لفظِ ''دریں چہ شک'' (اِس کا مطلب ہے اِس میں کیا شک ہے) سکھلا دیا تھا اور وہ ہر بات کے جواب میں یہی لفظ کہہ دیا کرتا تھا، مگر یہ لفظ ایسا ہے کہ اکثر باتوں کا جواب بھی بن جاتا ہے چنانچہ اُس شخص نے طوطے کو یہ لفظ یاد کروا دیا اور برسرِ بازار لا کر دعوی کیا کہ مری طوطی فارسی بولتی ہے۔ ایک شخص نے اُس کا اِمتحان لیا کئی باتیں اُس سے کیں سب کے جواب میں اُس نے ''دریں چہ شک'' ہی کہا مگر اِن باتوں پر جواب چسپاں تھا اُس نے خوش ہو کر اُس کو خرید لیا اور گھر پر لایا اَب اُس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کیں اُس نے سب کے جواب میں ''دریں چہ شک'' ہی کہا، چاہے جوڑ لگے یا نہ لگے، آخر میں اُس نے جھلا کر کہا اَفسوس میں نے تیرے خریدنے میں بڑی بے وقوفی کی، اُس نے اِس کے جواب میں بھی یہی کہا ''دریں چہ شک'' کہ اِس میں کیا شک ہے۔''

(حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص ٢٥١)

ہمارا حال بھی ایسا ہی ہے بس ایک فقرہ یاد کررکھا ہے کہ اللہ بڑا ''غفور رحیم'' ہے اور اِس کی بناء پر دھوکے میں مبتلا ہیں۔

جامعہ مدنیہ جدید میں منعقدہ 20 روزہ کمپیوٹر شارٹ کورس

﴿ مولانا محمد فہیم صاحب، مدرس شعبہ کمپیوٹر ﴾

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اِمتحان کے فوراً بعد جامعہ مدنیہ جدید کی اِنتظامیہ نے طلباء کے لیے 20 روزہ مختصر ''شعبان کمپیوٹر کورس'' کرنے کا اِعلان کیا جس کی اِنٹرنیٹ پر بھی تشہیر کردی گئی، وقت اور نشستیں محدود ہونے کی بناء پر دُور دراز کے طلباء نے فون پر پیشگی رابطوں کے ذریعہ اپنی شرکت کو یقینی بنانے کی سعی شروع کردی، مجموعی طور پر پچیس داخلے ہوئے جس میں سے پندرہ طلباءِ کرام کورس کے اِختتام پر اِمتحان میں کامیاب قرار پائے، کورس میں شمولیت کرنے والے طلباء کی کمپیوٹر تعلیم مختلف نوعیت کی تھی، اُن میں سے بعض ایسے بھی تھے جن کو کمپیوٹر تعلیم سے ذرا بھی واقفیت نہ تھی بالکل مبتدی تھے لیکن پھر بھی اُنہوں نے بہت کچھ سیکھا، بعض اُن میں ایسے بھی تھے جو پہلے کسی اکیڈمی یا کالج وغیرہ میں تعلیم کی سند حاصل کر چکے تھے لیکن خود اُن کے بقول اُن کو یہاں 20 روزہ مختصر کورس میں بہت کچھ سیکھنے کو ملا جو پہلے کسی کمپیوٹر اَکیڈمی میں پڑھنے سے حاصل نہیں ہوا۔ مولوی محمد سلیم حنفی جو اِس کورس کے شرکا میں سے ایک تھے، کہتے ہیں کہ ''میں کمپیوٹر سے کئی سالوں سے وابستہ ہوں لیکن جو فائدہ یہاں ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔'' مولوی عمر صاحب کہتے ہیں ''میں پہلے کمپیوٹر اَکیڈمی میں پڑھتا رہا ہوں لیکن اَکیڈمی میں اِس طرح محنت نہیں کرائی جاتی جس طرح یہاں کرائی گئی اور نہ ہی اَکیڈمی میں اِس طرح سمجھایا جاتا ہے جس طرح ہر طالبِ علم کو فرداً فرداً سمجھایا گیا۔''

کمپیوٹر کورس میں جو اَسباق پڑھائے گئے اُن کا مختصر خلاصہ یہ ہے :

کمپیوٹر کی اِبتدائی بنیادی معلومات، کمپیوٹر کا تعارف، نوٹ پیڈ، کمپوزنگ، اِن پیج، کورل ڈرا، ایم ایس ایکسل، ایم ایس ورڈ، عربی کتب پر مشتمل ''مکتبہ شاملہ'' اور اُردو کتب کا سب سے پہلا اور بڑا ذخیرہ ''مکتبہ جبریل''۔ مکتبہ جبریل کے لیے کتاب تیار کرنے والا سوفٹ ویئر ''بک آتھر''۔ کمپیوٹر کے ذریعے کسی بھی شہر کے لیے اَوقاتِ نماز کا نقشہ تیار کرنا، سایہ کی مدد سے سمت قبلہ کے وقت کا تعین کرنا،

اِمتحانات کے نتائج تیار کرنا، میراث کے مسائل کو پانچ منٹ کے مختصر عرصہ میں حل کرنا، ونڈوز کے متعلق معلومات، شارٹ کٹ کیز کا اِستعمال، اِنٹرنیٹ، اِی میل، گوگل میں پیج بنانا، وغیرہ۔ تمام شرکاء نے اِس مختصر کورس کو بہت مفید پایا۔

تمام شرکاء کے لیے کمپیوٹر لیب کے علاوہ قیام وطعام اور اِبتدائی طبی سہولت میسر تھی ۔ اَسباق پروجیکٹر کے ذریعے پڑھائے گئے، بعض شرکاء نے مکتبہ جبریل کے لیے کتابیں بھی تیار کیں اور بعض شرکاء نے ایک DVD بنام ''خزانہ علمیہ'' تیار کی جو تعارفی طور پر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ، مولانا سیّد محمود میاں صاحب اور مولانا محمد حسن صاحب کے دروس اور اِصلاحی بیانات، مکتبہ جبریل، درسِ نظامی کی بعض شروحات اور ''تمرین المیراث'' کے تعارفی سوفٹ ویئر پر مشتمل ہے۔

کورس کے اِختتام پر شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو مدعو کر کے طلبہ سے مختصر کلمات کہنے کی گزارش کی گئی تو حضرت صاحب نے طلباء سے دو لفظوں میں نہایت ہی قیمتی نصیحت آموز باتیں کی جن کا خلاصہ یہ ہے۔ حمد وثنا کے بعد شرکا کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

> ''اِس کورس میں جو کچھ آپ حضرات نے سیکھا اِسے فن کہتے ہیں علم نہیں کیونکہ علم قرآن وسنت کے جاننے کا نام ہے اور قرآن وسنت کے جاننے والے کو ''عَلَّامْ'' کہتے ہیں، کمپیوٹر کے متعلق معلومات حاصل کرنے والے کو ''عَلَّامْ'' نہیں ''فَنَّانْ'' کہتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ کمپیوٹر بذاتِ خود بہت بری چیز بھی ہے اور بہت اچھی بھی ہے جیسے ''چھری'' کہ اَگر اُس سے کسی کو ناحق قتل کیا جائے تو آلہ قتل ہے اور بہت بری چیز ہے اور ضروری بھی ہے کہ اَگر گھر میں نہ ہو تو کتنی مشکل ہوتی ہے، اِسی طرح کمپیوٹر بھی ہے کہ اِس سے بری چیز کوئی اور نہیں لیکن اگر اِسے جائز اُمور میں اِستعمال کیا جائے اور یہ نیت یہ ہو کہ سیکھ کر اِس کے ذریعے مثبت کام سراَنجام دُوں گا اور دین کی خدمت کروں گا تو اَب یہی فن سیکھنا عبادت بن جائے گا۔''

آخر میں دُعاءِ خیر کروائی نیز شرکا کے لیے اَسناد جاری کرنے کا اِعلان بعد میں کیا جائے گا۔

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ/ ۳۱ر مئی ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ سے حسبِ سابق جامعہ مدنیہ جدید میں اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب نے دَورۂ صرف و نحو کا آغاز کیا، ملک کے چاروں صوبوں سے آنے والے طلباء نے بڑی تعداد میں شرکت کی، ۱۹ر جون کو دورہ کا اِختتام ہوا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

۸ر جون بعد نمازِ عشاء شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب شبانِ ختم نبوت کی دعوت پر دس روزہ ختم نبوت کورس میں شرکت کے لیے مدرسہ عبداللہ بن عمرؓ گجومتہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے ختمِ نبوت کے موضوع پر مفصل بیان فرمایا۔

۱۲ر جون بعد نمازِ مغرب شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مولوی زُبیر الحسن صاحب کی دعوت پر دارُالعلوم جامعہ عثمانیہ راجہ جنگ تشریف لے گئے جہاں آپ نے مختصر بیان فرمایا۔

۱۴ر جون بعد نمازِ مغرب شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولوی قاسم صاحب کی دعوت پر کوٹ رادھا کشن تشریف لے گئے جہاں آپ نے مختصر بیان فرمایا۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیزو اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-MCB(0954 کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-MCB(0954 کریم پارک برانچ لاہور